آل واصحاب کی تاریخ کا مطالعہ کیسے کریں؟

تالیف

عبدالکریم بن خالد الحربی

ترجمہ

عبدالحمید اطہر

نام کتاب : کیف تقرأ تاریخ الآل والأصحاب!

اردو نام : آل واصحاب کی تاریخ کا مطالعہ کیسے کریں؟

تصنیف : عبدالکریم بن خالد الحربی

ترجمہ : عبدالحمید اطہر

فہرست مضامین

مقدمہ

شیخ ڈاکٹر عائض القرنی

الحمد لله، والصلاة والسلام على رسول الله وآله وصحبه ومن والاه.

میں نے داعی عبدالکریم الحربی کی زیر نظر کتاب "آل واصحاب کی تاریخ کا مطالعہ ہم کیسے کریں" پڑھی تو محسوس ہوا کہ انہیں حسن استدلال، مضبوط دلائل، بہترین اسلوب، رواں اور خوبصورت طرز تحریر میں نمایاں مقام حاصل ہے، وہ آل اور اصحاب رسول ﷺ کے سلسلے میں اہل علم و محققین سلف صالحین کے منہج کے مطابق صحیح عقیدہ سے متعلق یہ مختصر کتاب ایک عظیم کتاب کے درجے میں ہے، موصوف کا علم اور فہم قابل بھروسہ ہے، اللہ ان کو اس کتاب کی تالیف پر بہترین اجر عطا فرمائے اور آل واصحاب سے متعلق ان کی بقیہ کتابوں اور منصوبوں پر بھی اجر عظیم عطا فرمائے، اور ان کی کاوشوں کو قبول فرمائے۔

ڈاکٹر عائض القرنی

۱۹/۱/۱۴۲۷ھ

پیش لفظ

شیخ ڈاکٹر حاتم الشریف العونی

الحمد لله ذي الجلال، والصلاة والسلام على رسول الله وأزواجه والآل، أما بعد:

میں نے محترم بھائی عبدالکریم بن خالد حربی کی کتاب "آل واصحاب کی تاریخ کا مطالعہ ہم کیسے کریں" پڑھی تو مجھے محسوس ہوا کہ انھوں نے اختصار کے باوجود تاریخی کتابوں سے صحیح طور پر فائدہ اٹھانے کے اہم نشانات کو واضح کیا ہے، خصوصاً ان کتابوں سے جن کا تعلق خلفائے راشدین کی تاریخ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے حالات زندگی اور رسول اللہ ﷺ کے اہل بیت سے ہے۔

اس کتاب کا امتیاز یہ ہے کہ اس موضوع سے متعلق نئی تحقیقات اور کتابوں سے معلومات کو جمع کیا گیا ہے اور ان کا خلاصہ بیان کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ مصنف نے (اللہ ان کو توفیق عطا فرمائے) اپنے خیالات اور نتائج کا اضافہ کیا ہے، جس کی وجہ سے اس طریقہ کار اور اسلوب کو اختیار کرنے میں آسانی پیدا ہوگئی ہے جس سے غفلت برتنا حقیقت کے متلاشی کے لیے جائز نہیں ہے۔ مصنف محترم نے اہم تاریخی روایات کو پرکھنے اور جانچنے کے طریقہ کار سے واقف ہونے میں محقق کا تعاون کیا ہے۔

میں سمجھتا ہوں کہ یہ کتاب کتب تاریخ اور ان کتابوں میں تاریخ پیش کرنے کے اسالیب، ان کتابوں میں کمی بیشی کے مواقع اور صحیح مواقف پر تنبیہ کے منصوبے کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کا پہلا اور اہم اقدام ہے۔ ان تمام امور کے ساتھ تاریخی نقد کے نشانات کو بھی واضح کیا گیا ہے۔

اگر اس کتاب میں صرف اس بڑی غلطی کی نشاندہی ہی کی جاتی کہ بعض مصنفین

تنقید یا بحث وتمحیص کے بغیر ہی بعض تاریخی روایات کو نقل کرتے ہیں، کبھی ان روایتوں کو نقل کرنے کا مقصد صرف اپنی خواہشات کی پیروی اور تاریخی حقائق کو عمداً مسخ کرنا ہوتا ہے، یہ وضاحت ہی اس کتاب کی اہمیت کے لیے کافی تھی، بلکہ اس سے آگے اس کتاب میں تصنیف وتالیف کے اس غلط اسلوب کی قباحت بیان کی گئی ہے اور صحیح طرز تصنیف وتالیف کی وضاحت کی گئی ہے۔

میں اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ محترم بھائی کو اپنا یہ منصوبہ مکمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور اس بہترین کتاب کے فائدے کو عام فرمائے اور دنیا اور آخرت میں ان کی کاوشوں کو قبول فرمائے۔

صرف اللہ ہی کی تعریف ہے، اور درود وسلام ہو اس ذات عالی پر جس کے بعد کوئی نبی آنے والا نہیں۔

ڈاکٹر حاتم بن عارف العونی
رکن مجلس شوریٰ
ریڈر جامعہ ام القریٰ شعبہ قرآن وحدیث
نگران اعلیٰ عالمی تنظیم برائے نصرت خاتم الانبیاءؐ

عرض مولف

الحمد لله الذي جعل تاريخ المسلمين الأوائل مشرقا نقياء والصلاة والسلام علي من بعثه الله هاديا نبياء وعلى آله وصحبه ومن والاه، ومن كان تقيا۔

ہماری باعزت اسلامی تاریخ کو کھلواڑ کرنے والوں کے ہاتھوں، دشمنوں کے جھوٹ اور افترا اور ناواقفوں کی ناواقفیت سے محفوظ رکھنا اور اس کو بچانا اہل علم و معرفت کی ذمے داریوں میں سے ہے، ہماری تاریخ کو مستشرقین کے ہاتھوں میں نہ چھوڑا جائے کہ وہ اس کو اپنی منشا کا ہدف بنائیں، اسی طرح جان بوجھ کر یا بھول کر دشمنان اسلام کے سامنے جھکنے والے لوگوں کے ہاتھوں میں بھی نہ چھوڑا جائے، تاکہ وہ ہمارے آباء و اجداد اور ہمارے عزت و شرف کو داغ دار بنانے اور مسخ کرنے کے لیے تاریخ سے متعلق مواد کا انتخاب نہ کریں، جس کی خاطر ایسے لوگ اپنے مطلب اور مقصد کے لیے تاریخ کا بعض وہ حصے لیتے ہیں جو ان کا مقصد پورا کرتے ہیں اور دوسرے حقائق کو چھوڑ دیتے ہیں، اللہ ان چیزوں کو ظاہر کر کے رہے گا جن کو یہ لوگ چھپاتے ہیں۔

آج کے زمانے میں بہت سی قومیں ایسی ہیں جو اپنی نئی تاریخ وضع کرنا چاہتی ہیں، جس کی خاطر وہ اس دعوی کے ساتھ پتھروں اور اوراق کو جمع کرتے ہیں، سرنگیں کھودتے ہیں، گھروں کو ڈھاتے ہیں اور مسجدوں کو ویران کرتے ہیں کہ یہاں ان کی تاریخ اور وراثت پوشیدہ ہے، اس نام نہاد تاریخ سے واقف ہونے کی امید میں یہ لوگ کھدائی کرتے ہیں، بحث و تحقیق کرتے ہیں اور بہترین جگہوں کو ویران کرتے ہیں، یہ صرف اس قوم (یہودیوں) کا ہی حال نہیں ہے، بلکہ یہ حال اس زمانے میں بلکہ ہر زمانے میں بہت سی قوموں کا ہے۔

ان قوموں کے مقابلے میں ہماری امت کا کیا حال ہے، جس کے پاس روشن تاریخ ہے، کتابوں میں مدون موجود ہے، لیکن ہم لوگ اس پر توجہ نہیں دیتے؟! ہمارے لیے ضروری ہے کہ ہم اپنی تاریخ کا مطالعہ تحقیق و تمحیص کے ارادے سے اس کو مسخ کرنے والی معلومات سے چھانٹنے اور جھوٹ سے صاف کرنے کے لیے کریں، تاکہ اس کو پاک وصاف اور روشن و تابناک بنا کر سامنے لایا جائے، جس سے لوگوں کو فائدہ ہو، جیسا کہ اللہ رب العزت کا فرمان ہے: "فَأَمَّا الزَّبَدُ فَيَذْهَبُ جُفَاءً ۖ وَأَمَّا مَا يَنفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِي الْأَرْضِ ۚ كَذَٰلِكَ يَضْرِبُ اللَّهُ الْأَمْثَالَ" ۔(الرعد۱۷) جھاگ تو ناکارہ ہو کر چلا جاتا ہے، لیکن جو نفع دینے والی چیز ہے وہ زمین میں ٹھہری رہتی ہے، اللہ تعالی اسی طرح مثالیں بیان کرتا ہے۔

اسی مقصد کو مدنظر رکھتے ہوئے ان چند اوراق کو ترتیب دیا گیا ہے کہ جو ہماری تاریخ کو اس کے مصادر و مراجع اور صحیح طریقے پر پڑھنا چاہتا ہے اس کے لیے مینارۂ نور اور ہموار راستہ بن جائے تاکہ اس کا دل مطمئن ہو جائے اور اس کی مشکلات حل ہو جائیں۔

میں نے اس کو پانچ ابواب میں تقسیم کیا ہے جو مندرجہ ذیل ہیں:

پہلا باب: تاریخ کے مطالعے میں کوتاہی کے اسباب

دوسرا باب: آل واصحاب کی تاریخ سے متعلق شبہات کی تردید کے قواعد

تیسرا باب: آل بیت سے متعلق شبہات کی تردید کے قواعد

چوتھا باب: تاریخ اسلامی کی اہم و قابل اعتماد کتابیں

پانچواں باب: وہ کتابیں جن سے اسلامی تاریخ مسخ ہوئی ہے

خاتمہ: جس میں کتاب کا خلاصہ چند صفحات میں پیش کیا گیا ہے

والله ولي التوفيق

عبدالکریم بن خالد الحربی

پہلا باب
تاریخ کے مطالعے میں کوتاہی کے اسباب

بہت سی معاصر تاریخی تحقیقات میں کوتاہی کے تین اسباب بیان کیے گئے ہیں، جو مندرجہ ذیل ہیں:(۱)

پہلا سبب

بہت سے مسلمان بعض مستشرقین یا مستشرقین سے متاثر ہونے والے مسلمانوں یا زرخرید مصنفین کی کتابوں کے شکار ہوئے ہیں، جو علی العموم ہماری اسلامی تاریخ میں اور خصوصاً پاکیزہ اہل بیت اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی تاریخ میں مختلف جھوٹ اور بے سروپا باتوں کو بہترین انداز میں پیش کرتے ہیں۔

پھر یہ لوگ ان جھوٹی معلومات کو اپنی کتابوں کی بنیاد بناتے ہیں، گویا یہ مسلمات میں سے ہیں، تاریخی کتابوں میں ان کی موجودگی پر اعتماد کرتے ہوئے سادہ لوح قارئین میں ان کتابوں کو ترویج دیتے ہیں، گویا تاریخ کی کتابوں میں موجودگی ہی سچائی اور ثبوت کے لیے کافی ہے، حالاں کہ تاریخی کتابوں میں بہت سے جھوٹ اور باطل معلومات موجود ہیں، یہ لوگ دن رات علمی تحقیق کے قواعد کا راگ الاپتے ہیں، لیکن ان ہی قواعد کو منطبق کرنے سے غفلت برتتے ہیں؟!

باوجود یہ کہ ان کی نقل کردہ اور بیان کردہ اکثر معلومات کی یا تو سند ضعیف رہتی ہے، یا وہ روایت ہی موضوع اور گھڑی ہوئی ہوتی ہے، یا اس کی کوئی اصل

۱۔ان اسباب کو ڈاکٹر عبدالعزیز دخان نے اپنی مفید ترین کتاب "أحداث وأحاديث فتنة الهرج" میں بیان کیا ہے جس ۳۷ سے ۴۴ تک، ہم نے ان کو تحریر میں اضافہ کیا ہے اور بعض اہم دلائل اور ضروری معلومات کو بڑھایا ہے۔

حق نہیں رہتی۔(۱)

ان میں سے اکثر لوگ اس حقیقت سے واقف ہیں، لیکن اس سے چشم پوشی کرتے ہیں! اس کا مقصد یہ ہے کہ ہماری عظیم تاریخ پر طعن و تشنیع کی جائے اور اس کی حیثیت گھٹائی جائے، وہ ہماری تاریخ لکھتے وقت بری نیت اور دشمنی کے مقاصد لے کر بیٹھتے ہیں، ان کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ اس عظیم امت کی ثابت شدہ قدروں میں طعن و تشنیع کی جائے اور اس میں شک پیدا کیا جائے، اور مسلمانوں کے درمیان فتنوں اور دشمنی کو بھڑکایا جائے، پھر ایک مسلمان کے لیے یہ کیسے جائز ہے کہ ایسے لوگوں کو اور ان کی لکھی ہوئی تحریروں کو اپنے اور اپنے دین، تاریخ اور وراثت کے درمیان واسطہ بنائے؟!!

اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ سارے مستشرقین یکساں ہیں، بلکہ ان کی کئی قسمیں ہیں، جو مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ ان تینوں قسموں سے دلیل پیش کرنا صحیح نہیں ہے اور اس سے سچائی حاصل نہیں ہوتی: ان میں سب سے زیادہ خطرناک قصہ گوئی روایتوں کی ہے جن کی کوئی اصل نہیں ہے ... یہ ایسی ہیں جن کی کوئی بھی سند نہیں ہے یہ صرف بیان کردہ قول ہیں کسی کی طرف منسوب کردہ بات ہے، جس کو عوام اپنے درمیان ایک دوسرے میں نقل کرتے ہیں۔ اس کے بعد سب سے زیادہ خطرناک وہ روایتیں ہیں جو موضوع اور گھڑی ہوئی ہیں، یہ وہ روایتیں ہیں جن کی سند میں کوئی ایسا راوی ہو جو کذاب ہو جس کا جھوٹ ثابت ہو چکا ہو، چنانچہ وہ اسانید گھڑتا ہے اور احادیث گھڑتا ہے اور قصے اپنی طرف سے بناتا ہے، اس کے کئی اسباب ہیں، جن کو تفصیل کے ساتھ بیان کرنے کی یہاں گنجائش نہیں ہے البتہ ان کا سب سے اہم سبب اپنے مسلک کو تقویت فراہم کرنا ہے۔ یہ سند میں ایسا متروک راوی ہوتا ہے جس کو جھوٹا کہا گیا ہو، کیونکہ اس کی اکثر روایتیں حدیث گھڑنے والوں کی روایتیں کے مشابہ ہوتی ہیں، اور ان قسموں کی نشانیاں یہ ہیں کہ ان کی روایت کردہ حدیثیں غریب، منکر اور قرآن کریم اور صحیح احادیث کے مخالف ہوتی ہیں، اور ان حدیثوں کو بیان کرنے میں وہ تنہا ہوتے ہیں، ثقہ اور عادل راویوں میں سے کوئی ان کی متابعت نہیں کرتا، اور وہ خرافات اور جھوٹوں کو ماننے والے لوگ ہیں۔ پھر ضعیف احادیث کا نمبر آتا ہے، ضعیف حدیث وہ ہے جس کی سند کے کسی راوی میں جرح و تعدیل کے ائمہ کے نزدیک معروف مشہور اسباب کی بنیاد پر ضعف پایا جاتا ہو۔ جو اس کی روایت کردہ حدیث کو صحیح ماننے میں رکاوٹ بنتے ہیں، اس کی قسمیں ہیں: ایک جس کا کوئی تابع ہو دوسرا جس کا کوئی تابع نہ ہو۔

☆ ان میں سے بعض ایسے ہیں جو حسد اور دشمنی کی وجہ سے عمداً ہماری تاریخ میں تحریف کرتے ہیں، اس پر طعن و تشنیع کرتے ہیں اور شک پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں، اس کے پیچھے دشمنی اور استعمار کے اسباب پوشیدہ رہتے ہیں، تاکہ وہ ملکوں کو ان کے اصلی باشندوں سے چھین لیں اور اللہ کے بندوں کو قتل کر دیں، اور اسلام کے تہذیبی و ثقافتی پھیلاؤ کو روک دیں۔(۱)

☆ ان میں سے بہت کم لوگ ایسے ہیں جنھوں نے ہماری وراثت پر تھوڑی بہت غیر جانبدارانہ علمی انداز میں توجہ دی ہے، اس دین سے دوری اور اس کی زبان (جو اس وراثت کی بنیاد اور محور ہے) سے ناواقفیت کی وجہ سے تھوڑے سے غور و خوض سے کوتاہی اور کجی کا اظہار ہوتا ہے، ان کوششوں میں سے ایک صلاح الدین وافی کی کتاب "الوافي بالوفيات" کی طباعت ہے اور دوسری کوشش "المعجم المفهرس لألفاظ الحديث النبوي الشريف" ہے۔(۲)

۱۔ علامہ محمد بن عبد اللہ العزیز نے ہماری وراثت سے کھلواڑ کرنے کے طریقوں کو اپنی بہترین کتاب "الرقابة على التراث معوقة إلى حمايته من الجناية عليه" میں بیان کیا ہے، انھوں نے ان طریقوں کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے، وہ لکھتے ہیں: چند لکھاری جیسے مستشرقین جادوگری، کہانت، علم نجوم، جھوٹے قصے کہانیوں، فحش ادب، [illegible] گمراہ کن خواہشات کی پیروی کرنے والوں کی کتابوں کو مسلسل چھاپتے ہیں جن سے اخلاق بگڑتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ناراض ہوتے ہیں، یہ گمراہی کی طرف دعوت ہے، حدیث شریف میں ہے: "جو کوئی ہدایت کی طرف بلاتا ہے تو اس کو ان سارے لوگوں کے اجر کے مطابق اجر ملتا ہے جنھوں نے اس کی پیروی کی ہو، جب کہ ان لوگوں کے اجر و ثواب میں سے کچھ بھی کم نہیں کیا جاتا، جو کوئی گمراہی کی دعوت دیتا ہے تو اس کی پیروی کرنے والوں کے گناہ کے بقدر اس کو گناہ ملتا ہے، جب کہ ان لوگوں کے گناہوں سے کچھ بھی کم نہیں کیا جاتا"۔ احمد، مسلم اور اصحاب سنن نے یہ روایت کیا ہے۔ ص ۱۲-۱۷۔

۲۔ انھوں نے معجم سے فرید وجدی سے متعلق بعض حدیثوں کو حذف کیا ہے۔

دوسرا سبب

علم شرعی کا فقدان، علم و معرفت کی کمی، اور علمائے تاریخ اور ان کے قواعد سے ناواقفیت جن کا تعلق تاریخی روایتوں کو مدون کرنے اور بیان کرنے سے ہوتا ہے۔

بعض علما مثلاً طبری اور ابن کثیر نے اپنی کتابوں میں صحیح حدیثوں کو بیان کرنے اور روایات، قصوں، واقعات اور حادثات میں کمزور روایتوں سے اعراض کرنے کی شرط نہیں لگائی ہے، بلکہ انھوں نے اپنا خاص اسلوب اپنایا ہے، جس کو انھوں نے اپنی کتابوں کے مقدموں میں بیان کیا ہے، تاکہ پڑھنے والے کے سامنے مکمل وضاحت ہو۔

لیکن عام طور پر بہت سے مفکرین، مصنفین اور محققین ان قواعد اور مقدمات سے دور تھے اور اب بھی ہیں، ان قواعد سے ناواقفیت اور ان سے لاپرواہی برتنے کی وجہ سے ان کی تحقیقات اور کتابوں میں سچائی اور حق کا فقدان پایا جاتا ہے۔

اسی وجہ سے کتاب کا مقدمہ بڑی اہمیت رکھتا ہے، اس لیے کتاب کے مطالعے سے پہلے مقدمہ پڑھنا ضروری ہے تاکہ ہمارے سامنے مصنف کا اسلوب اور منہج واضح رہے۔

اوپر بیان کردہ حقیقت کی وضاحت کے لیے مورخین کے مناہج اور قواعد سے واقف ہونے کی اہمیت کی ایک مثال پیش کی جارہی ہے، جو تاریخ الامم والملوک میں امام ابن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ کا طریقہ اور اسلوب ہے۔

''تاریخ الامم والملوک''

میں امام طبری کا اسلوب تحریر

امام ابن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ(۱) اپنی کتاب کے مقدمے میں اپنے اسلوب تحریر کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''......میری اس کتاب میں ماضی کے لوگوں سے متعلق جو بھی خبر بیان کی ہے، ان میں سے بعض کو قاری ناپسند کرے گا یا سننے والے کو ناگوار گزرے گا، کیوں کہ اس خبر کے صحیح ہونے کی کوئی وجہ اس کو معلوم نہیں ہوگی، اور حقیقت میں اس کے کوئی معنی بھی نہیں ہوں گے، اس کو یہ بات جان لینی چاہیے کہ ہماری طرف سے اس میں یہ بات نہیں لائی گئی ہے، بلکہ اس خبر کو نقل کرنے والوں میں سے بعض لوگوں سے اس کو نقل کیا گیا ہے، ہم نے اس کو اسی طرح ادا کیا ہے جس طرح یہ بات ہم تک پہنچی ہے''۔(۲)

مذکورہ بالا عبارت سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ امام طبری رحمۃ اللہ علیہ نے قاری کے سامنے یہ بات وضاحت کے ساتھ رکھ دی ہے کہ اپنی اس کتاب میں انھوں نے بیان کردہ روایات میں صحیح ہونے کی شرط نہیں رکھی ہے، اس کی ذمے داری نقل

۱۔ طبری: محمد بن جریر بن یزید ابوجعفر طبری، مفسر، محدث، مورخ، فقیہ، اصول فقہ کے ماہر، امام اور مجتہد، آپ کی پیدائش طبرستان میں ۲۲۴ھ کو ہوئی اور وفات ۳۱۰ھ کو ہوئی۔ آپ کی تصنیفات میں سے بعض مندرجہ ذیل ہیں: ''تاریخ الامم والملوک''، ''جامع البیان فی تاویل القرآن''۔
۲۔ تاریخ الامم والملوک ص ۱/۵۲

کرنے والے راویوں کے سر ہے، وہ اس کتاب میں امانت دار نقل کرنے والے کا کردار ادا کر رہے ہیں، نہ کہ محقق اور صحیح وغلط کی نشاندہی کرنے والے کا کردار۔ جن لوگوں سے امام طبری نے روایتیں کی ہیں ان میں بعض راوی جھوٹ اور کثرت روایات کے جامع ہیں، ان میں سے بعض مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ محمد بن حمید رازی، طبری کے شیخ: طبری نے اپنی تاریخ اور تفسیر میں ان سے بہت سی روایتیں لی ہیں، باوجود یہ کہ محمد بن حمید رازی کو جھوٹ اور حدیث گھڑنے کا الزام دیا گیا ہے، وہ علمائے جرح وتعدیل کی اکثریت کے نزدیک ضعیف اور ساقط الحدیث ہیں۔ (میزان الاعتدال ۳/۵۳۰۔۵۳۱)

۲۔ لوط بن یحییٰ ابو مخنف: تاریخ طبری میں ان کی بہت سی روایتیں ہیں، جن کی تعداد ۵۸۵ ہیں، جن میں تاریخ اسلامی کے اہم واقعات اور حادثات کو بیان کیا گیا ہے، جس کی ابتدا رسول اللہ ﷺ کی وفات سے ہوتی ہے اور انتہا خاندان بنو امیہ کی بادشاہت کے زوال پر ہوتی ہے، لوط بن یحییٰ ابو مخنف علمائے حدیث کے نزدیک مجروح ہیں۔

ابن معین نے ان کے سلسلے میں کہا ہے کہ ان کا کوئی اعتبار نہیں۔

ابن حبان نے کہا ہے: یہ ثقات کے حوالے سے موضوع حدیثوں کو روایت کرتے ہیں۔

علامہ ذہبی نے کہا ہے: ضائع کرنے والے قصہ گو ہیں۔ (۱)

اس مثال سے تاریخی کتابوں میں علماء ومصنفین کے اسلوبوں اور شرائط سے واقف ہونے اور اس امام یا اُس امام کی کتاب کے مطالعے کے دوران ان شرائط کو

۱۔ مرویات ابی مخنف لوط بن یحییٰ الازدی فی تاریخ الطبری عصر الخلافۃ الراشدۃ ص ۲۸۷، از: ڈاکٹر یحییٰ بن ابراہیم یحییٰ۔

مستحضر رکھنے کی اہمیت واضح ہو جاتی ہے، یہی حال تاریخ اور واقعات کی باقی کتابوں، بلکہ ہماری وراثت کی ساری کتابوں اور اس کے مختلف فنون کا بھی ہے۔

ہمارے مورخین میں سے بعض علماء کا اسلوب یہ ہے کہ ان روایتوں اور اخبار کو سند کے ساتھ بیان کیا جائے، البتہ ان سندوں کے رجال کے حالات سے مشہور قول پر عمل کرتے ہوئے صرف نظر کیا جائے کہ ''جو اسناد کے ساتھ بیان کرے تو وہ ذمے داری سے بری ہو گیا''۔ اس میں وہ حدیث کی تدوین میں بعض علمائے حدیث کی تقلید کرتے ہیں اور ان کی پیروی کرتے ہیں، کیوں کہ بعض محدثین پہلے مرحلے کے طور پر سند سے بیان کردہ تمام روایتوں کو لکھتے ہیں، پھر دوسرا مرحلہ آتا ہے، جو مورخین اور محدثین کے درمیان فرق کرنے والا ہے، اس مرحلے میں محدثین تنقیح، تفتیش وتحقیق کرتے ہیں اور ضعیف سے صحیح کو الگ کرتے ہیں۔

اس طریقۂ کار کی طرف حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے اشارہ کیا ہے اور نقل روایت میں اکثر قدیم محدثین کے منہج اور طریقۂ کار کو واضح کیا ہے، وہ لکھتے ہیں: ''قدیم زمانے؛ دو سو سالوں سے بلکہ اس سے بھی پہلے کے اکثر محدثین جب روایت کو سند کے ساتھ بیان کرتے تو یہ سمجھتے کہ وہ اپنی ذمے داری سے عہدہ برآ ہو گئے ہیں''۔ (۱)

یہ یقینی بات ہے کہ حافظ ابن حجر نے اس سے نقل کرنے والے راویوں کو مراد لیا ہے، نہ کہ روایت اور جرح وتعدیل کے علماء، ائمہ وناقدین اور تبدیلی وتحریف سے دین کی حفاظت کرنے والوں کو مراد لیا ہے، جو علماء راوی اور روایت کو قبول کرنے یا رد کرنے کے مستحکم قواعد اور اصولوں کے مطابق جانچتے ہیں، جن قواعد کی مثال انسانی

۱۔ لسان المیزان ۳/۷۵ ترجمۃ الامام سلیمان بن احمد طبرانی صاحب المعاجم الثلاثۃ: الکبیر والاوسط والصغیر

تجربات اور انسانی تہذیب کے کسی بھی مرحلے میں نہیں ملتی۔

اگر قاری با صلاحیت اور اہل ہے تو خود سے کتابوں میں بیان کردہ روایتوں کی محدثین کے قواعد کی روشنی میں جانچ اور تحقیق کرے، جس کو علم مصطلحاتِ حدیث کہا جاتا ہے، جس میں روایتوں، خبروں اور روایت کرنے والے افراد کے حالات کی دریافت کی جاتی ہے اور مندرجہ ذیل دو میں سے ایک ذریعے سے اس کے قابلِ قبول ہونے یا نہ ہونے کا حکم لگایا جاتا ہے:

۱۔ جرح و تعدیل کے ناقدین ائمہ(۱) کے اقوال پر اعتماد کرتے ہوئے ان حدیثوں کو نقل اور روایت کرنے والوں کے حالات کی تفتیش کی جاتی ہے، جو صالح اور ثقہ ہوتا ہے، اس کی روایتوں کو قبول کیا جاتا ہے، اور جو کوئی صالح اور ضعیف ہوتا ہے اس کی روایتوں کو رد کر دیا جاتا ہے۔

۲۔ ان روایتوں کے متن پر غور کیا جاتا ہے اور قرآن کریم، ثابت شدہ احادیث رسول اور ان دونوں سے مستنبط عام اصول و ضوابط کے مطابق متن کو جانچا جاتا ہے، تاکہ ان میں سے محفوظ کو منکر سے الگ کیا جائے اور ناسخ کو منسوخ سے جدا کیا جائے

اگر قاری کو اس دقیق علم کی مشق اور اس کا تجربہ ہو اور ان تحقیقات کا اہل ہو تو ٹھیک ہے، ورنہ اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ اللہ کا تقویٰ اختیار کرے، اور ثقہ علمائے کرام سے اس سے متعلق معلومات حاصل کرے اور ان سے رجوع ہو۔

۱۔ مثلاً امام احمد، ابن معین، بخاری، مسلم، شعبہ، ابن مبارک، رازی، ابن حجر اور ذہبی وغیرہ اس علم کے ماہرین ہیں، ان ائمہ کے اقوال رجال کی کتابوں میں موجود ہیں مثلاً کتاب الجرح والتعدیل۔ از: رازی، تہذیب الکمال۔ از: مزی، امام ابن حجر نے اس کو تہذیب التہذیب کے نام سے مختصر کیا ہے، پھر اس کو بھی تقریب التہذیب کے نام سے اور زیادہ مختصر کیا ہے، علامہ ذہبی کی اس فن میں بہت سی کتابیں ہیں، جن میں سے اہم کتاب یہ ہے: میزان الاعتدال۔ اس موضوع پر ان کے علاوہ بھی بہت سی کتابیں ہیں، جن میں سے بعض کتابوں میں صرف ضعیف راویوں کا تذکرہ کیا ہے تو بعض میں صرف ثقہ راویوں کا تذکرہ ملتا ہے

تیسرا سبب

بعض مصنفین روایتِ حدیث میں تحقیق کے مقابلے میں تساہل برتنے کی باتیں کرتے ہیں، خصوصاً اسلامی تاریخ کی ابتدائی صدیوں سے متعلق روایتوں میں، اللہ کی قسم! یہ بہت بڑی غلطی ہے، جس کا شکار ہمارے بہت سے مثقفین اور تعلیم یافتہ لوگ ہیں، تاریخ تحریر کرنے کا یہ مغربی اسلوب ہے، اس سے متاثر ہو کر ایسی باتیں کہی جاتی ہیں، کیوں کہ مغرب میں سند پر توجہ نہیں دی جاتی ہے، اس کی سب سے بڑی مثال یہ ہے کہ ان کے اور انجیل کے درمیان سند سینکڑوں سالوں سے منقطع ہے، یہ ان کی مقدس کتاب کا حال ہے تو دوسری کتابوں کا کیا حال رہے گا!!!

آل بیت اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تاریخ ہمارے دین کا حصہ ہے، کسی بھی حال میں یہ صحیح نہیں ہے کہ ہم اس کو اور کسی بھی دوسری تاریخ کو برابر قرار دیں، یا ہم اس کو قبول کرنے اور روایت کرنے میں تساہل برتیں، اس تاریخ کے سلسلے میں کسی بھی کوتاہی کے اثرات یقینی طور پر ہمارے دین پر پڑیں گے، اسی طرح احادیث کے تحفظ اور تبدیلی و تغیر سے محفوظ رکھنے پر اس کے اثرات پڑیں گے۔

اپنے دل میں دشمنی رکھنے والوں کی طرف سے راویِ اسلام صحابیِ جلیل حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے سلسلے میں طعن و تشنیع اس کی واضح مثال ہے۔ (۱۔ اگلا صفحہ)

بہت سے محققین اور مصنفین بعض قدیم اور جدید واقعات اور حوادث کے سلسلے

میں بڑی بحثیں اور مناقشے کرتے ہیں، ان میں سے بعض لوگ ان واقعات کو صحیح ٹھہراتے ہیں اور بعض غلط، ہر ایک اپنے اپنے دلائل پیش کرتے ہیں، باوجود یہ کہ ان میں سے بعض واقعات کا کوئی بڑا فائدہ نہیں ہے، پھر آل بیت اور صحابہ کرام رضی اللہ

۱۔ ابو ہریرہ بن عامر بن عبد ذی الشری، ان کا تعلق قبیلہ دوس سے ہے، ان کا شمار کبار صحابہ میں ہوتا ہے، آپ کے نام کے بارے میں اختلاف ہے، انھوں نے رسول اللہ ﷺ سے روایت کی ہے، حفظ احادیث میں آپ یکتائی تھے، رسول اللہ ﷺ نے آپ کے لیے اور آپ کی ماں کے لیے دعا کی تھی، آپ کی وفات ۵۷ ہجری کو ہوئی، آپ ﷺ سے انھوں نے بکثرت روایتیں کی ہے، کتب حدیث میں جن کی تعداد ۵۳۷۴ ہے، جیسے کہ امام ابن حزم نے اپنی کتاب "جوامع السیر" میں بیان کیا ہے، آپ کے بارے میں تفصیلات کے لیے رجوع کیا جائے "الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ" از: ابن حجر عسقلانی۔

نفسیاتی خواہشات کی پیروی کرنے والوں کی طرف سے تنقید کی تیروں سے اس صحابی جلیل حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی شخصیت کو چھلنی کیا گیا، حضور ﷺ سے کثرت روایات سے ان کو تعجب ہوا چنانچہ محمود ابوریہ نے اپنی کتاب "ابوھریرۃ شیخ المضیرۃ" تحریر کی، جس میں صحابی جلیل کی شخصیت کو نشانہ بنایا گیا، عبدالحسین شرف الدین عاملی نے اپنی کتاب "ابوھریرۃ" تحریر کی اور آپ کی کثرت روایات پر تعجب کا اظہار کیا، حالاں کہ بہت سے ایسے لوگ ہیں جنھوں نے صحابی جلیل حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایتوں سے کئی گنا زیادہ روایتیں کی ہیں، مثلاً عبد الحسین شرف الدین عاملی نے اپنی کتاب "المراجعات" (ص ۳۰۸) میں لکھا ہے: ..... علیہ السلام نے ابان بن عثمان سے کہا: ابان بن تغلب نے مجھ سے تیس ہزار روایتیں کی ہے، پس تم ان سے یہ روایتیں نقل کرو"۔ الخ، یہی نص "رجال النجاشی" میں بھی ہے (۱/۷۸-۷۹، تحقیق: محمد جواد نائینی) اسی طرح جابر جعفی نے بھی لکھا ہے: ایک راوی جس کو "المراجعات" کے مصنف نے عزت واکرام سے نوازا ہے، ان کی روایتوں کی تعداد ستر ہزار تک پہنچتی ہے، یعنی ربع ملین کے قریب ان سے روایتیں ہیں! کیا صحابی جلیل حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایتوں کی تعداد کے مقابلے میں اس راوی کی روایت کردہ حدیثوں کی اتنی بڑی تعداد قابل تعجب نہیں ہے؟! ڈاکٹر محمد اعظمی نے لکھا ہے کہ مکرر سندوں کو حذف کرنے کے بعد حضرت ابوہریرہ کی روایتوں کی تعداد صرف ۱۳۳۶ رہ جاتی ہے (ابوھریرۃ فی ضوء مرویاتہ ص ۷۶) اہل علم ومعرفت اس بات سے واقف ہیں کہ حضرت ابوہریرہ کی اکثر روایتوں کی تائید پائی جاتی ہیں، جن کو دوسرے صحابہ نے بھی روایت کیا ہے، صرف چند حدیثیں ایسی ہیں جن کو صرف ابوہریرہ نے روایت کیا ہے، ابوریہ کے شبہات کی تردید بہت سے علماء نے کی ہے، مثلاً علامہ معلمی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "الانوار الکاشفۃ"، ڈاکٹر ابو شہبہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "الدفاع عن السنۃ"، عبد المنعم العزی نے اپنی کتاب "دفاع عن ابی ہریرۃ" میں کیا ہے، البتہ عبد الحسین شرف الدین عاملی کے شبہات کی تردید سب سے بہتر انداز میں شیخ عبداللہ ناصر نے اپنی کتاب "البرھان فی تبرئۃ ابی ہریرۃ من البھتان" میں کیا ہے

عنہم کی تاریخ کے سلسلے میں تمھارا کیا خیال ہے، جو شریعت کے حاملین اور اس کے مضبوط قلعے ہیں؟!

اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ قبول کرنے اور قبول نہ کرنے میں ہماری تاریخ کی پہلی صدی کے بھی واقعات کے ساتھ حدیثوں کی طرح ہی معاملہ کرنا ضروری ہے، بلکہ اخبار اور روایات کے درمیان فرق کرنا ضروری ہے۔

اگر یہ اخبار وآثار آل واصحاب کے بارے میں ہیں، جن میں ان کے زہد، دنیا سے بے رغبتی، شجاعت وبہادری، سخاوت، قربانی وایثار، حسن اخلاق، بہترین طبیعت وفطرت، قابل ستائش صفات کو بیان کیا گیا ہے اور شریعت کے عام اصولوں سے روگردانی نہ ہو اور ان سے فطرت سلیمہ بھی انکار نہ کرتی ہو تو ان کو بیان کرنے اور تحریر کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، کیوں کہ ان سے کسی بھی شرعی اصول کو نقصان نہیں پہنچتا ہے، اور ان کو بیان کرنے میں آل واصحاب رضی اللہ عنہم کے مقام ومرتبے میں کوئی کمی نہیں آتی ہے اور ان کو نقصان نہیں پہنچتا ہے۔

البتہ وہ واقعات وخبریں جن سے فتنے رونما ہوتے ہوں یا بعض فیصلہ کن مواقف کا تذکرہ ہو یا جن سے آل واصحاب کے مقام ومرتبے کو نقصان پہنچتا ہو یا ان میں عام اصول شریعت کی کچھ بھی مخالفت ہو، یا ان خبروں میں بعض ایسے امور خلط ملط ہوے ہوں جن سے فطرت سلیمہ انکار کرتی ہو۔

تو اس طرح کی خبروں اور واقعات کی سندوں پر گہری نظر کرنا ضروری ہے، اور ان پر منصفانہ فیصلہ کرنا لازمی ہے۔

یہ وہ تین بنیادی اسباب ہیں، جن کے واسطے سے تاریخ اسلامی کے مطالعہ، اس کو نقل کرنے اور پیش کرنے میں کوتاہی ہوتی ہے۔

دوسرا باب

آل بیت اور صحابہ رضی اللہ عنہم

کے سلسلے میں شبہات کی تردید کے اصول وضوابط

آل بیت اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تاریخ پر کیے گئے شبہات اور الزامات کا خلاصہ ہم چار باتوں میں پیش کر سکتے ہیں، جو مندرجہ ذیل ہیں:

پہلی قسم: ضعیف روایتیں اور آثار: یہ وہ روایتیں ہیں جو سند کے اعتبار سے باطل ہوں اور متن کے اعتبار سے منکر ہوں، بعض کتابوں میں یہ روایتیں اور واقعات بکثرت پائے جاتے ہیں، ان کتابوں کو پڑھتے وقت چوکنا رہنے کی ضرورت ہے، کیوں کہ ان میں وہ روایتیں بھی ہیں، جو آل بیت اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بلند مقام ومرتبے کے مناسب نہیں ہیں، ان میں سے اہم کتابوں کا تذکرہ مستقل طور پر الگ باب میں کیا جائے گا۔

ان کتابوں کی تہہ میں بہت سی ضعیف اور باطل روایتیں، آثار اور خبریں موجود ہیں، جن کو آل بیت اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سلسلے میں گڑھا گیا ہے، اس طرح کے شبہات کے سلسلے میں اصول اور قاعدہ یہ ہے کہ ان کو دیوار پر دے مارا جائے، کیوں کہ یہ جھوٹ کے پلندے ہیں، جن پر بھروسہ اور اعتماد کرنا ایک مسلمان کے لیے اپنے عقیدے اور دین کی وجہ سے جائز نہیں ہے، کیونکہ آل بیت اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مسلمانوں کے عقیدے کا ایک جزء ہیں، پھر ایک مسلمان اپنے لیے یہ کیسے جائز سمجھ سکتا ہے کہ اپنے دین کی تعلیمات کے سلسلے میں موضوع اور جھوٹی حدیثوں کو بنیاد بنایا جائے، جن کی کوئی حقیقت اور اصل نہیں ہے، اور ان کے مقابلے میں صریح اور صحیح نصوص کو چھوڑ دے، جن میں کوئی شک کی گنجائش ہی نہیں ہے، یا وہ قرآن کریم اور رسول اللہ ﷺ کی صحیح ثابت شدہ حدیثوں پر شک کرے؟!

قرآن کریم نے بہت سی آیتوں میں آل بیت کو پاکیزہ قرار دیا ہے اور صحابہ

کرام کی صفائی پیش کی ہے اور ان کی تعریف کی ہے، اللہ سبحانہ وتعالیٰ آل بیت کے سلسلے میں فرماتا ہے: "إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا" (احزاب:۳۳) بلاشبہ اللہ چاہتا ہے کہ اے گھر والو! تم سے گندگی کو دور کرے اور تم کو پاکیزہ بنادے۔

یہ آیت کریمہ اہل بیت کے فضائل کا سرچشمہ ہے، اس میں اللہ تعالیٰ نے ان کو عزت و شرافت سے سرفراز کیا ہے اور یہ کہا ہے کہ اس نے ان کو پاک کیا ہے، اور برے افعال اور قابل مذمت اخلاق کی گندگی ان سے ہٹادی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے بہت سی آیتوں میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعریف کی ہے، اللہ سبحانہ وتعالیٰ ان کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتا ہے: "تَرَاهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِّنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا" (سورہ فتح ۲۹) تم ان کو رکوع اور سجدے کی حالت میں دیکھو گے کہ وہ اللہ کے فضل اور اس کی خوشنودی کی تلاش میں ہیں۔

اس جامع آیت کریمہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا ہے کہ صحابہ رکوع، سجود، نماز اور خشوع وخضوع کرنے والوں میں سے ہیں، پھر ان کے دلوں میں موجود اخلاص اور سچائی کو واضح فرمایا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "يَبْتَغُونَ" یہ دلی کیفیت ہے، جس سے صرف عالم الغیب والشھادۃ اللہ عزوجل کی ذات ہی واقف ہو سکتی ہے، یہی اخلاص اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے میں سچائی کا مطلب ہے۔

اسی طرح اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے آپس میں صحابہ کرام کے حالات کو بیان کیا ہے، اللہ سبحانہ وتعالیٰ رسول اللہ ﷺ کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتا ہے: "هُوَ الَّذِي أَيَّدَكَ بِنَصْرِهِ وَبِالْمُؤْمِنِينَ وَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِهِمْ" (انفال:۶۲-۶۳) اسی نے اپنی مدد سے اور مومنین کی تائید سے تیری تائید کی ہے، اور ان کے دلوں میں باہمی محبت ڈال دی ہے۔

آل بیت اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دل ایک ہی کلمے پر جمع ہیں، وہ کلمہ توحید، اسلام اور آپس کی محبت ہے، یہ اور اس طرح کی دوسری آیتیں اصل ہیں، جن کی طرف رجوع کرنا چاہیے، اور آل بیت اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حق میں باطل روایتوں اور خبروں کو چھوڑ دینا چاہیے۔

شاعر نے سچ کہا ہے:

حُبُّ الصَّحَابَةِ وَالْقَرَابَةِ سُنَّةٌ
أَلْقَى بِهَا رَبِّي إِذْ أَحْيَانِي

صحابہ اور نبی کریم ﷺ کے رشتے داروں کی محبت سنت ہے، میرے پروردگار نے مجھ میں یہ محبت اس وقت ڈال دی تھی جب اس نے مجھے پیدا کیا۔

فِئَتَانِ عَقْدُهُمَا شَرِيعَةُ أَحْمَدٍ
بِأَبِي وَأُمِّي ذَانِكَ الْفِئَتَانِ

یہ ایسی دو جماعتیں ہیں جن باہمی تعلق اور ربط احمد ﷺ کی شریعت ہے۔ ان دو جماعتوں پر میرے ماں باپ قربان۔

فِئَتَانِ سَالِكَتَانِ فِي سُبُلِ الْهُدَى
وَهُمَا بِدِينِ اللَّهِ قَائِمَتَانِ

یہ دونوں ہدایت کے راستوں پر گامزن ہیں، اور یہ دونوں اللہ کے دین کے لیے دو ستون اور پائے کی طرح ہیں۔

فَكَأَنَّمَا آلُ النَّبِيِّ وَصَحْبُهُ
رُوحٌ يَضُمُّ جَمِيعَهُمَا جَسَدَانِ (ابوالحمانی)

اہل بیت اور صحابہ کرام گویا دو قالب ایک جان ہیں۔

ہم کو اچھی طرح یہ بات سمجھ لینی چاہیے کہ آل بیت اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ایسی جھوٹی اور موضوع حدیثوں کی ضرورت نہیں ہے، جن میں ان کے فضائل بیان کیے گئے ہوں، کیوں کہ ان کی فضیلت کا انکار کرنے والا یا تو متکبر ہے، یا منکر۔

دوسری قسم: آل بیت اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے فضائل ومحاسن کے واقعات اور روایتوں کو جھوٹوں اور الٹ پھیر کرنے والوں نے عیوب اور مذمتوں میں تبدیل کر دیا ہے، آل بیت اور صحابہ کے سلسلے میں شبہات بھڑکانے والوں کے سلسلے میں عجیب وغریب چیز یہ ہے کہ ان صحیح احادیث اور روایات سے غافل ہوتے ہیں جو ان کی روایت کردہ باطل اور بے بنیاد خبروں کی تردید کرتی ہیں اور جن سے ان کے دعووں کی عمارت مسمار ہو جاتی ہے، ان شبہات اور خبروں کی مثال مندرجہ ذیل ہے، جن کو وہ زور شور سے دلیل کے طور پر پیش کرتے ہیں۔

☆ نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا مرتدین سے جنگ کرنا رسول اللہ ﷺ کے حکم کی بجا آوری میں تھا کہ مرتدین جنھوں نے اپنے دین کو بدل دیا ہے، ان کو قتل کر دیا جائے، ابوبکر نے اسلام اور مسلمانوں کے قلعے کی حفاظت کی خاطر جنگ کی، بعض لوگوں نے اس فضیلت اور منقبت کو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی برائیوں میں شمار کیا ہے، اللہ کی پناہ! ان لوگوں نے خلیفۂ رسول کے اس بابرکت عمل کے سلسلے میں شبہات کو بھڑکایا ہے، ان لوگوں کا دعوی ہے کہ ابوبکر نے مسلمانوں کے خلاف جنگ کی، یا اپنے ہاتھوں پر بیعت نہ کرنے والوں کے خلاف جنگ کی۔

ان لوگوں نے اس عمل میں کبار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تائید بلکہ اس کے بہتر ہونے پر اجماع امت کو بھلا دیا، اسی طرح وہ اہل بیت کے امام حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے مرتدین کے خلاف جنگوں میں حضرت ابوبکر کی تائید کو بھی بھلا دیا، حضرت ابوبکر نے حضرت علی سے نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد مرتد ہونے والوں اور زکوۃ دینے سے انکار کرنے والوں کے خلاف جنگ کرنے کے سلسلے میں مشورہ کیا، حضرت ابوبکر نے حضرت علی سے دریافت کیا: ابوالحسن! اس سلسلے میں تمھاری کیا رائے ہے؟ انھوں نے کہا: میں کہتا ہوں: اگر آپ ان چیزوں میں سے کچھ بھی چھوڑ دیں گے جن کو رسول اللہ ﷺ نے ان سے لیا ہے تو تم رسول اللہ ﷺ کی سنت کی مخالفت کرو گے۔

ابوبکر نے فرمایا: اگر تم یہ کہہ رہے ہو تو میں ضرور بالضرور ان کے خلاف جنگ کروں گا، اگرچہ اس جنگ کی وجہ زکات کے جانور کے گلے کی رسی دینے سے انکار ہی کیوں نہ ہو۔(۱)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا حضرت ابوبکر کے تئیں اخلاص، اسلام اور مسلمانوں کے حق میں خیر خواہی، خلافت کی بقا اور مسلمانوں کے اتحاد کی خواہش کی روشن دلیل وہ موقف ہے، جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے خود سے ''ذوالقصہ'' کا رخ کرنے اور مرتدین کے خلاف جنگ میں شریک ہونے کا ارادہ کیا۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے: ''جب ابوبکر ذوالقصہ کے ارادے سے نکلے اور اپنی سواری پر بیٹھ گئے تو علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ نے یہ کہتے ہوئے روکا: میں آپ سے وہی بات کہتا ہوں جو بات جنگ احد میں رسول اللہ ﷺ نے آپ سے کہی تھی: ''اپنی تلوار نیام میں ڈالو اور اپنی موت سے ہم کو مصیبت سے دوچار مت کرو، اور مدینہ لوٹ جاؤ، اللہ کی قسم! اگر ہم آپ کی موت سے مصیبت سے دوچار ہوئے تو اسلام کے لیے کبھی بھی کوئی نظام نہیں رہے گا''۔(۲) چناں چہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ امانت دار مخلص حضرت علی رضی اللہ عنہ کی نصیحت قبول کرتے ہوئے واپس لوٹ آئے۔

۱۔ الریاض النضرۃ بانہ محب طبری ج۱ص ۱۰۰۔ اسنی المطالب فی سیرۃ امیر المومنین علی بن ابی طالب، ڈاکٹر علی صلابی ص ۱۴۳

۲۔ البدایۃ والنھایۃ۔ ابن کثیر ج۶/ص۳۱۵۔۳۱۴

ان تمام حقائق کے باوجود بعض لوگ ظلم و زیادتی کے کلمات دہراتے ہیں اور کہتے ہیں: "یہ لوگ (صحابہ) ابوبکر کی خلافت قبول نہ کرنے والے قبیلوں کو ظلم اور زیادتی کی بنیاد پر مرتدین کا نام دیا کرتے تھے"۔ (۱)

وہ لوگ کون ہیں جو یہ نام دیا کرتے تھے؟ ہمیں بتا دو کہ وہ کون لوگ ہیں؟ یہ کیوں ان کو یہ نام دیتے ہیں؟ کس چیز کو دلیل بناتے ہیں؟ ان کے پاس احکام صادر کرنے اور تاریخ پر فیصلہ سنانے کے لیے جھوٹ اور ظلم و زیادتی کے سوا کچھ نہیں ہے۔ ان کے اس کمزور طریقے میں علمی تحقیق سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔

☆ امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کا خوارج کے خلاف جنگ کرنا نبی کریم ﷺ کی پیشن گوئی کی تکمیل اور آپ ﷺ کے حکم کی فرماں برداری ہے، ان لوگوں نے حضرت علی کے ان مناقب و فضائل، حکومت اور انتظام میں ان کے تجربے کو عیوب اور برائیوں میں تبدیل کر دیا، امام علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے حضرت عبداللہ بن عباس کو خوارج کی طرف بھیجے جانے کا قصہ ہماری بیان کردہ تفصیلات کی واضح دلیل ہے۔

☆ حضرت معاویہ کے حق میں امام حسن رضی اللہ عنہ کا خلافت سے معزول ہونا: نبی کریم ﷺ کی پیشن گوئی کی تکمیل، مسلمانوں کے خون کے تحفظ اور ان کے اتحاد کو باقی رکھنے کی خاطر ہے، ان فضائل اور کارناموں کو برائیوں میں تبدیل کیا گیا، یہاں تک کہ جنتی نوجوانوں کے سردار حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے سلسلے میں بعض لوگوں نے بدزبانی کی ہے اور ان کو "مذل المؤمنین" "(مومنین کو ذلیل کرنے والا)" کا لقب دیا ہے۔ (۲) یہ محرومی اور ذلت کی تعبیر ہے، اللہ اس سے محفوظ رکھے، نقصان اٹھانے والا حضور ﷺ کی زبانی حضرت

۱۔ کامل اتحاد و تحریمۃ الارتداد لشکیل الکرخی (۴۸)

۲۔ المسیر۔ از: علامہ ذہبی ۳/۲۷۲، ۲۷۵، اس نص کے لیے "تحفۃ العقول عن آل الرسول" کی طرف رجوع کیا جائے۔ ص ۳۰۸ از: ابن شعبہ حرانی۔

حسن کے اس کارنامے کی تعریف سے تجاہل عارفانہ ہوتا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: میرا یہ فرزند سردار ہے، شاید اللہ اس کے ذریعے مسلمانوں کے دو بڑی جماعتوں کے درمیان صلح فرمائے گا"۔ (۱) بالکل اسی طرح یہ واقعہ پیش آیا۔

☆ خلیفۂ ثالث حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے جمع قرآن کے سلسلے میں ان لوگوں کا یہی نظریہ ہے، اس عظیم احسان کو ان کی برائی میں تبدیل کر دیا گیا اور آپ پر طعن و تشنیع کی گئی، باوجود یہ کہ آج تک ہماری امت آپ کی اس توفیق یافتہ مبارک عمل کی تعریف کرتی آرہی ہے کہ یہ بڑا اہم کام ہے اور اسلام اور مسلمانوں پر یہ ایک عظیم احسان ہے، جس کی عظمت کو اللہ، پھر علمائے کرام کے علاوہ دوسرا نہیں جانتا۔

اسی وجہ سے حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ حضرت عثمان پر عیب لگانے والوں کو منع فرماتے تھے اور کہتے تھے: "اے لوگو! عثمان کے سلسلے میں غلو نہ کرو اور ان کے سلسلے میں بھلی بات ہی کہو، اللہ کی قسم! انھوں نے (مصاحف میں) جو کچھ کیا ہے، وہ ہم سبھوں کے سامنے کیا ہے، یعنی صحابہ کے سامنے، اللہ کی قسم! اگر میں خلیفہ ہوتا تو میں بھی ان ہی کی طرح کرتا"۔ (۲)

اس کے علاوہ بہت سے واقعات ہیں، جن کا تذکرہ بڑا طویل ہے، جن میں طعن و تشنیع کی گئی ہے اور آل بیت اور صحابہ کرام کے حق میں حقائق کو بدل کر پیش کیا گیا ہے، ہم نے یہاں وضاحت اور تبیین کے لیے چند مثالیں پیش کی ہیں، تاریخ کا مطالعہ کرنے والے کو ان طریقوں اور اسالیب سے چوکنا رہنا چاہیے، اللہ ان لوگوں کو ہدایت سے نوازے۔

تیسری قسم: واقعہ اور روایت کی اصل صحیح ہو، لیکن بعض لوگ اصل متن میں بہت سی باتوں کا اضافہ کرتے ہیں، یہاں تک کہ چند کلمات جو ایک صفحے سے زیادہ نہیں

۱۔ بخاری: ۳۷۰۴، ۲۷۰۴

۲۔ فتح الباری از ابن حجر: ۹/۱۸، اس کی سند صحیح ہے۔ اسنی المطالب فی سیرۃ امیر المومنین علی بن ابی طالب از ڈاکٹر علی صلابی ۱۰۰۔

ہوتے، پوری کتاب بن جاتے ہیں، کیوں کہ بہت ہی باطل، من گھڑت اور جھوٹی باتیں اس
میں شامل کر لی جاتی ہیں، مثلاً مندرجہ ذیل واقعات ہیں:

۱۔ سقیفہ کا واقعہ: اصلاً یہ حدیث ایک صفحہ سے زیادہ نہیں ہے، بعض لوگوں نے اس
کو روایت کیا تو صحیح روایت کے بالکل برخلاف من گھڑت اور موضوع نصوص کو اس میں
شامل کر دیا ہے، پھر بعض خود غرض لوگوں نے اس کو اپنا موضوع بنایا اور پوری کتاب ترتیب
دے ڈالی، تاکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر طعن و تشنیع کی جائے، جس طرح جوہری نے اپنی
کتاب "السقیفۃ" (۱) میں کیا ہے۔ ان کے علاوہ بھی بہت سے مصنفین نے اسی طرح کا
معاملہ کیا ہے، جنہوں نے سقیفہ کے بارے میں کتابیں لکھی ہیں، ان لوگوں نے اس واقعے
میں بہت سی جھوٹی باتوں کا اضافہ کیا ہے۔

۲۔ اسی طرح "رزیۃ الخمیس" (۲) کا واقعہ ہے اور ان کے علاوہ دوسرے بہت سے
واقعات ہیں، اسی وجہ سے تاریخ کا مطالعہ کرنے والے کے لیے ضروری ہے کہ وہ اس طرح
کی چیزوں سے چوکنا رہے، اور اصل واقعے اور اس میں کیے گئے اضافوں کے درمیان فرق
کرے، اکثر اوقات ایسا ہوتا ہے کہ اصل واقعہ تو قابل بھروسہ مراجع اور مصادر میں موجود
رہتا ہے اور صحیح سندوں سے ثابت رہتا ہے، لیکن اس میں اضافے کی روایتیں قابل اعتماد
مراجع سے نہیں لی جاتی ہیں اور ان کی سندیں باطل رہتی ہیں، بلکہ اصلاً ان کی سند ہی نہیں
پائی جاتی ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ ان مردود نصوص کے اضافوں نے حقوق کو ضائع
کرنے اور بہت سے لوگوں کے سامنے حقیقت کو گڈمڈ کرنے میں بڑا کردار ادا کیا ہے اور

۱۔ اس کتاب پر تجزیہ آگے صفحات میں آرہا ہے
۲۔ اس حدیث کے مفہوم اور تشریح، اس کی روایت کی سندوں اور اس واقعے سے متعلق اٹھائے گئے شبہات کی تفصیلات کے

اب تک یہ ناپسندیدہ کردار ادا کر رہے ہیں، جس سے بعض لوگوں کے ذہنوں میں تاریخ کی
مسخ شدہ تصویر بیٹھ جاتی ہے اور اس جھوٹ کی وجہ سے امت مسلمہ کے ہیروں پر ظالمانہ
احکام لگائے جاتے ہیں۔

چوتھی قسم: حدیث یا واقعہ کی سند صحیح رہتی ہے اور اس میں کوئی زیادتی یا کمی
بھی نہیں رہتی، البتہ روایت میں بعض غلطیاں ہو جاتی ہیں، جو صحابی سے بھی ہو سکتی ہیں،
کیوں کہ صحابی بھی معصوم نہیں ہوتا، صحابی سے بھی ہر عقلمند اور ہر زمانے کے لوگوں کی طرح غلطی
ہو سکتی ہے۔

اسی وجہ سے ہم کہتے ہیں: ایسا کون شخص ہے جس سے کبھی غلطی نہ ہوئی ہو؟ اور کون
ایسا شخص ہے جو صرف بھلائی ہی کرتا ہو؟

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سلسلے میں صحیح عقیدہ یہ ہے کہ وہ انسان ہیں، وہ صحیح کام
کرتے ہیں اور ان سے غلطیاں بھی ہوتی ہیں، تمام انسانوں کی طرح ان سے غفلت ہوتی
ہے اور ان سے بھول بھی ہوتی ہے، اور ان کے حق میں ہم گناہوں سے معصومیت کا دعویٰ
نہیں کرتے (۱) اسی وجہ سے ان کی اچھائیوں کا تذکرہ کرنا اور ان کی برائیوں سے تجاہل برتنا
ضروری ہے، اللہ کی قسم! اگر ہم ان کی اچھائیوں اور اعمال صالحہ مثلاً اللہ کے راستے میں خرچ
کرنے، جہاد کرنے اور دین اسلام کی مدد و نصرت کا مقابلہ ہم اپنی اچھائیوں کے ساتھ

۱۔ صحابہ کرام کے عادل ہونے پر اجماع ہے ان دونوں کا کوئی تعارض نہیں ہے، چنانچہ [illegible]
ہونے کے درمیان فرق کرنا ضروری ہے، کیوں کہ عدالت کا یہ مطلب نہیں ہے کہ [illegible] غلطیاں [illegible]
علماء [illegible] صرف معصوم کے حق میں [illegible] معصومیت
دوسری چیز، عدالت کا مطلب یہ ہے کہ صحابی کی روایت [illegible]
عدالت کے اسباب کے بارے میں تحقیق [illegible]
[illegible]

کریں تو ہماری اچھائیاں اتاہ سمندر کے ایک قطرے کے برابر ہوں گی۔

جرح وتعدیل کے میزان میں روایت صحیح ہو اور اس کے ظاہر سے غلطی معلوم ہوتی ہو تو مسلمان کو بہترین تخریج اور عذر تلاش کرنا چاہیے۔ ابن ابی زید قیروانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''صحابہ کے درمیان ہوئے جھگڑوں کے تذکرے سے باز رہنا ضروری ہے، اور وہ لوگوں میں اس بات کے سب سے زیادہ حق دار ہیں کہ ان کے حق میں عذر تلاش کیا جائے اور ان کے سلسلے میں سب سے بہتر گمان رکھا جائے''۔(۱)

ابن دقیق العید نے لکھا ہے: ''ان کے جو جھگڑے اور اختلافات نقل کیے گئے ہیں، ان میں سے بعض باطل اور جھوٹے ہیں، جن کی طرف توجہ ہی نہیں کی جائے گی، اور بعض صحیح ہیں، جن کی ہم نے بہترین تاویل کی ہے، کیوں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے پہلے ہی ان کی تعریف کی ہے، جو باتیں بعد میں بیان ہوئی ہیں، ان کی تاویل کی جاسکتی ہیں، کیوں کہ جو مشکوک اور موہوم ہوتا ہے، وہ معلوم اور محقق کو باطل نہیں کرتا ہے۔(۲)

آمدی نے لکھا ہے: ''یہ واجب اور ضروری ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھیوں سے متعلق حسن ظن رکھا جائے، ان کے درمیان ہوئے اختلافات اور جھگڑوں کے تذکرے سے باز رہا جائے اور جو کچھ انھوں نے کیا ہے یا کہا ہے اس کو صرف بہترین رخ پر ڈالا جائے اور اس کو اجتہاد پر محمول کیا جائے، کیوں کہ ان کی تعریف اور ان کی فضیلت کے سلسلے میں آئے ہوئے کلمات کانوں میں پیوست ہیں اور نفوس میں بیٹھے ہوئے ہیں، اس کے سلسلے میں وارد روایتیں متواتر اور صحیح ہیں جو قرآن کریم اور حدیث نبوی سے ثابت ہیں اور اس پر امت کا اتفاق بھی ہے، یہ بات اتنی مشہور ہے کہ اس کے اظہار کرنے کی ضرورت نہیں ہے، ان کے سلسلے میں برے اقوال سے متعلق سے جو باتیں روایت کی گئی ہیں، ان میں

۱۔ مقدمہ رسالہ ابن ابی زید قیروانی۔ شرح صالح آبی ازہری ص ۲۳

۲۔ اصحاب رسول ﷺ اور مذاہب حافظ حکمی۔ ترجمہ عبد العزیز محمد ص ۳۰

سے اکثر روایتوں کی کوئی حقیقت اور اصل نہیں ہے، یہ محض خواہشات کی پیروی کرنے والوں کی ذہنی کاوشیں اور دشمنوں کے کرتوت ہیں ....'' انھوں نے مزید لکھا ہے: ''البتہ جو روایتیں ثابت ہیں اور اس میں شک کی کوئی گنجائش ہی نہیں ہے تو ان میں سے جس کی کسی صورت میں تاویل کرنا ممکن ہو تو اس کی سب سے بہترین تاویل کرنا لازمی ہے، ورنہ اس کے بارے میں خاموشی اختیار کرنا ضروری ہے اور یہ اعتقاد رکھنا لازم ہے کہ اس کی کوئی نہ کوئی تاویل موجود ہے، جہاں تک اس کا ذہن پہنچا نہیں ہے اور وہ اس سے واقف نہیں ہوا ہے، کیوں کہ ارباب دین اور اصحاب مروت کے بارے میں یہی لائق ہے اور غلطیوں سے زیادہ محفوظ رکھنے والا یہی راستہ ہے، اس لیے بھی کہ انسان کا ان امور سے خاموش رہنا جن کے بارے میں بولنا لازم نہ ہو، یہ اس سے بہتر ہے کہ لایعنی باتوں میں پڑ جائے، خصوصاً اس وقت جب پھسلنے، بدگمانی کرنے اور اٹکل باتیں کرنے کا احتمال ہو''۔(۱)

بڑے افسوس کی بات ہے کہ یہ خود غرض لوگ ان غلطیوں کو بہت بڑی بنا کر پیش کرتے ہیں، یہاں تک کہ ہر طریقے سے ان غلطیوں کی تلاش وجستجو ان کا مشغلہ بن جاتا ہے، تاکہ وہ اپنے دل کی خواہش پوری کریں، گویا یہی قضیہ حق اور باطل کے درمیان فیصلہ کرنے والا ہے اور اس کو جو مان لے وہ مومن ہے'' اور جو اس کا انکار کرے وہ کافر یا منافق ہے!! لا حول ولا قوۃ إلا باللہ۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان پیش آئے ہوئے اختلافات اور جھگڑوں کے بارے میں قابل اعتماد دقیق معلومات کی عدم موجودگی کی وجہ سے ہم پر لازم ہے کہ ہم ان کی تاریخ کے ساتھ ان لوگوں کا سا معاملہ کریں جن کو اللہ نے اپنی کتاب میں پاک قرار دیا ہے، یہی اصل اور بنیاد ہے، اگر محقق اور مطالعہ کرنے والے کو کسی روایت کی صحیح سند ملے تو ایک

۱۔ غایۃ المرام ج ۱ ص ۳۹۰

مہ اصول ہے، جس کی پیروی کرنا ضروری ہے، یہ اصول یہ ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اُس نسل کی تعریف کی ہے جس نے رسول اللہ ﷺ کی صحبت اختیار کی اور دین کو قائم کرنے کے لیے آپ کے ساتھ جہاد کیا، اللہ اس قوم کی تعریف ہی نہیں کر سکتا، جس کے بارے میں اس کو معلوم ہو کہ وہ مستقبل میں اس تعریف کے لائق نہیں رہیں گے، یہ کیسے ہو سکتا ہے جب کہ وہ ہر چیز کا علم رکھنے والا ہے اور ہر چیز سے باخبر ہے؟!

ہمارا یہ عقیدہ بھی ہے کہ وہ انسان ہیں، جن سے غلطی سرزد ہو سکتی ہے، ان کو وہم ہو سکتا ہے اور ان سے کوتاہی بھی ہو سکتی ہے، اس سلسلے میں ان کا حال بنی نوع انسانی کے بھی افراد کی طرح ہے۔

لیکن ان کو برائی کا الزام دینا، ناکردہ گناہوں کا مجرم گرداننا، نفاق اور حبِ سلطنت کی تہمت لگانا، اللہ کے خلاف جرأت اور اللہ تبارک وتعالیٰ کی صفات میں سے ایک صفت کے سلسلے میں جھگڑا کرنا ہے، کیوں کہ یقین کے ساتھ یہ الزامات لگانے کا تعلق علمِ غیب سے ہے، جو صرف اللہ تبارک وتعالیٰ کو معلوم ہے، اس سے وہ کسی کو مطلع نہیں کرتا ہے۔

اسی وجہ سے ہم پر ضروری ہے کہ ہم ان روایتوں سے متاثر ہو کر ٹھوکر کھانے سے باز رہیں، جن کو بعض مستشرقین نے رواج دیا ہے۔(۱) اور خواہشات کی پیروی کرنے والوں نے پھیلایا ہے، جنھوں نے کمزور، من گھڑت اور موضوع روایتوں پر اعتماد کرتے ہوئے صحابہ کے درمیان رونما ہونے والے اختلاف کو بدترین شکل میں پیش کیا، جن سے ان کی یہ

(۱) مسلمانوں کی تاریخ اور ان کی ثقافت کو مسخ کرنے والے مستشرقین میں سے بعض مشہور افراد ہیں، [illegible] اربری، [illegible] ڈاکٹر مرغلیوث، [illegible] وغیرہ۔ ان لوگوں کے منصوبوں اور سازشوں کا بہت سے علماء اور محققین نے پردہ فاش کیا ہے، مثلاً استاد یوسف عظم نے اپنی مفید کتاب "تاریخنا بین تزویر الاعداء وغفلة الابناء" تحریر کی، اسی طرح مصطفیٰ سباعی نے، نیز بہترین کتاب "الاستشراق والمستشرقون" کے نام سے تالیف کی، اسی طرح ڈاکٹر حامد خلیفہ نے "الموقف من التاریخ الاسلامی" لکھی

تصویر سامنے آئی کہ وہ آپس میں ایک دوسرے کے خلاف لڑنے والے ہیں، وہ عہدوں کے طلب گاروں اور منصب سے عشق رکھنے والوں سے مختلف نہیں ہیں!!

ہر غیرت مند شخص کے مناسب یہ ہے کہ وہ واقعات کا تجزیہ کرے اور ان کی تحقیق کرے، اللہ کی قسم! ہمارے لیے تاریخ کا وہ تھوڑا حصہ ہی کافی ہے جس کی سندیں صحیح ہوں اور نقص سے پاک ہوں، یہ اس سے بہتر ہے کہ ہماری تاریخ بہت سے جھوٹے قصے کہانیوں اور الزامات سے بھری ہو، تاکہ مومنین کی صفوں میں فتنہ پھیلانے والے ہر شخص کو باز رکھا جائے، جس نسل نے نورِ نبوت کا مشاہدہ کیا اور زمین سے آسمان کے رابطے کو دیکھا، اس دین کی سربلندی اور پوری دنیا میں اس کی نشر واشاعت کے لیے اپنی ہر چیز کی قربانی دے کر جد وجہد اور کوشش کی، ان کے سلسلے میں ان من گھڑت اور ضعیف روایتوں اور واقعات پر کیسے اعتماد کیا جا سکتا ہے۔

ہمارے لیے ضروری ہے کہ ہم اس روایات میں سے صرف ان ہی چیزوں کو قبول کریں جس کی نسبت صحابہ کرام کی طرف صحیح ہو، ان کی قدر وقیمت میں غلو یا تنقیص سے دور ہو۔ حقائق کو خوش آمدید کہنا چاہیے گرچہ وہ کم ہی کیوں نہ ہوں، جھوٹ، خرافات، من گھڑت کہانیوں اور مبالغہ آرائی سے پناہ! چاہے اس کے مصادر کتنے ہی زیادہ کیوں نہ ہوں! کیوں کہ بحث وتحقیق کے میزان اور حق کے ہتھوڑوں کے سامنے ان کی کوئی حیثیت نہیں ہے(۱)

(۱) فتوحات کے زمانے کے تھوڑے عرصے بعد اسلام کے ماتحت عرب اقوام سے نسل پرستانہ انتقامی ردِعمل کے طور پر قوم پرستی کا وجود ہوا، بعض خواہش پرستوں اور جعل سازوں نے بڑی کوشش کی اور عربوں کی برائیوں کے سلسلے میں کتابیں تصنیف کیں، اس کے جواب میں عربوں اور محققین کی برائیوں میں کتابیں تصنیف کی گئیں، اسی وجہ سے ان حالات وواقعات پر توجہ دیا جائے اور ان پر اعتماد کرنا صحیح نہیں ہے، بلکہ اس سے دور رہنا ضروری ہے، کیوں کہ یہ علمی بحث وتحقیق سے بہت دور ہے، اس کے لیے دیکھا جائے: "الشعوبية عدو العرب الأول" از: [illegible] - مطبعة المعارف - بغداد) أحداث وأحاديث فتنة الهرج - از: ڈاکٹر عبد العزیز دخان

ان لوگوں پر تعجب در تعجب ہے جو علمی تحقیق کے اصولوں کو ایسے امور میں منطبق کرتے ہیں، جو ان کی ضرورتوں اور خواہشات کے مطابق ہو اور دوسرے امور میں ان ہی اصولوں کی دھجیاں اڑاتے ہیں، جس طرح مرتضیٰ عسکری نے اپنی کتاب ''عبداللہ بن سبا'' میں کیا ہے، وہ ابن سبا کی حقیقت کا انکار کرتے ہیں اور ان حقائق سے پہلوتہی اختیار کرتے ہیں جو ثابت ہیں، لیکن جب صحابہ کے سلسلے میں بات آتی ہے تو ہر چیز ان کے یہاں مقبول ہے، چاہے وہ ضعیف ہو یا موضوع، جب تک ان کے مقصد کی تکمیل ہوتی ہے تب تک مقبول ہے، وہ اصول پسندی کہاں ہے، یہ لوگ جس کی ندا لگاتے ہیں؟ وہ علمی اسلوب کہاں ہے جس کا جھنڈا یہ لوگ بلند کرتے ہیں؟ صدر اسلام کے باقی تاریخی روایتوں اور اہم واقعات پر یہ اصول کیوں منطبق نہیں ہوتے ہیں؟!

کیا طباطبائی نے اپنی تفسیر میں اس آیت کریمہ کے تفسیر کے وقت یہ نہیں کہا ہے:

''وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ، إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ أُولَٰئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُولًا'' (اسراء: ۳۶) (جس بات کی تجھے خبر ہی نہیں ہے اس کے پیچھے مت پڑ کیوں کہ کان، آنکھ اور دل ان میں سے ہر ایک کے بارے میں سوال کیا جانے والا ہے) وہ کہتے ہیں، آیت کریمہ ان چیزوں کی پیروی سے منع کرتی ہے جن کے بارے میں علم نہ ہو، یہ مطلق حکم ہونے کی وجہ سے عقیدہ اور عمل دونوں کو شامل ہے اور اس کا خلاصہ ہماری زبان میں یہ ہے: جس کا تمھیں علم نہیں ہے اس کا عقیدہ نہ رکھو اور جس کا تمھیں علم نہ ہو اس کے بارے میں مت کہو، کیوں کہ ان تمام امور میں پیروی ضروری ہے اور انسانی فطرت کے تقاضوں کو پورا کرتا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ علم کی پیروی واجب ہے اور غیر علمی کی پیروی سے باز رہنا ضروری ہے، کیوں کہ اپنی فطرت کی وجہ سے انسان اپنی کاروان زندگی میں اپنے اعتقاد یا عمل کے ذریعے صرف حقیقت کو پانا چاہتا ہے اور معلوم چیز کو حاصل کرنا

چاہتا ہے جس کے بارے میں یہ کہنا صحیح ہے کہ یہ وہی ہے، البتہ مشکوک اور موہوم چیز کے بارے میں مطلقاً یہ بات کہنا صحیح نہیں ہے کہ یہ وہی ہے۔ پس تم یہ بات سمجھو۔(۱)

حسن کاشف الغطاء کہتے ہیں: جس بارے میں کوئی ایسا نص وارد نہ ہوا ہو جس کے بدلنے سے مخصوص حکم بدل جاتا ہو تو وہ اس اصول پر باقی رہتا ہے کہ اصل صحیح نہ ہونا ہے۔(۲)

۱۔ تفسیر المیزان ۱۳/۹۲

۲۔ حاشیہ کشف الغطاء [illegible]

تیسرا باب

آل بیت کے بارے میں شبہات کی تردید کے اصول وضوابط

ایک مسلمان کے لیے چھ اہم امور سے چوکنا رہنا ضروری ہے جن کا تعلق آل بیت رضی اللہ عنہم کی تاریخ سے ہے، جو مندرجہ ذیل ہیں:

پہلا امر: آل بیت کے بلند مقام کی وجہ سے بعض دشمنانِ اسلام کو مسلمانوں کے درمیان گھسنا آسان ہوگیا ہے، یہ اس طرح کہ انھوں نے آل بیت سے محبت اور ان کے ساتھ دوستی کا شعار بلند کیا اور ان کے فضائل میں حدیثیں گھڑیں۔ عمومی طور پر آل بیت کے فضائل اور ان سے محبت کی طرف لوگوں کے رجحان کا یقینی اور حتمی نتیجہ یہ نکلا کہ انھوں نے ان موضوع حدیثوں کو جرح وتعدیل اور تحقیق کے بغیر ہی قبول کرلیا، اسی وجہ سے ہم آل بیت رضی اللہ عنہم کے ائمہ کو دیکھتے ہیں کہ وہ اس امر کو پوری وضاحت کے ساتھ بیان کرتے ہیں، اور یہ ایک حقیقت ہے جو وقوع پذیر ہوا ہے، اسی وجہ سے آل بیت سے محبت کرنے والے کے لیے ضروری ہے کہ وہ آل بیت کے سلسلے میں گھڑے ہوئے اور موضوع آثار وروایات اور واقعات سے چوکنا رہے۔

امام جعفر صادق نے ببانگ دہل اس کا اعلان کیا ہے، وہ فرماتے ہیں: ''ہم اہل بیت سچے ہیں، لیکن کچھ لوگ ہماری طرف نسبت کرکے جھوٹی باتیں بیان کرتے ہیں جس کی وجہ سے ہماری سچائی مشکوک ہوجاتی ہے''۔(۱)

قاضی شریک بن عبداللہ کی بات سنو، وہ امام جعفر کے ساتھ رہنے والے لوگوں کا وصف بیان کرتے ہیں اور ان سے روایت کا دعوی کرتے ہیں، ''ابوعمر کشی نے کہا ہے کہ یحییٰ بن عبدالحمید حمانی نے علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ کی امامت کے اثبات میں تالیف کردہ اپنی کتاب میں لکھا ہے: میں نے شریک سے کہا: بعض لوگوں کا دعوی ہے کہ جعفر بن محمد ضعیف الحدیث ہیں، انھوں نے کہا: میں تم کو واقعہ بتاتا ہوں، جعفر بن محمد صالح، متقی مسلمان

۱۔ جامع الرواۃ محمد اردبیلی حائری ۲/۲۲۱، ''کلیات فی علم الرجال'' ص ۲۰

تھے، چند جاہل لوگوں نے آپ کی صحبت اختیار کی، وہ جعفر کے پاس جاتے تھے اور ان کے پاس سے نکلتے تھے اور کہتے تھے! ہم کو محمد بن جعفر نے بتایا، پھر ایسی حدیثیں روایت کرتے تھے جو سب کی سب منکر، جھوٹ اور گھڑی ہوئی ہیں، تاکہ اس کے ذریعے وہ لوگوں سے مالی فائدہ اٹھائیں اور ان سے درہم و دینار لیں، اس طریقے سے وہ ہر منکر بات بیان کرتے تھے، چناں چہ ان سے عوام نے اس بارے میں سنا، پس ان میں سے بہت سے ہلاک ہوئے اور بہت سوں نے اس کا انکار کیا"۔(۱)

امام جعفر صادق نے بھی یہی کہا ہے: "مغیرہ بن سعید میرے والد پر جھوٹ گھڑتے تھے، وہ اپنے ساتھیوں کی کتابیں لیتے تھے اور اس کے ساتھی میرے والد کے ساتھیوں میں گھسے ہوئے تھے، وہ میرے والد کے ساتھیوں سے کتابیں لیتے تھے اور مغیرہ کو دیتے تھے، وہ ان کتابوں میں کفر اور زندیقیت ٹھونستا تھا اور میرے والد کی طرف منسوب کرتا تھا، پھر اپنے ساتھیوں کے حوالے کرکے کہتا تھا کہ ان کتابوں کو پھیلاؤ"۔(۲)

دوسرا معاملہ: آل بیت کے فضائل میں روایت کردہ موضوع اور جھوٹی حدیثیں بالکل اسی طرح ہیں جیسے صحابہ رضی اللہ عنہم کے فضائل میں روایت کی گئی ہیں، یہ روایتیں آل واصحاب کے فضائل میں مروی صحیح حدیثوں سے دس گنا زیادہ ہیں، اسی وجہ سے فضائل کی حدیثوں کو قبول کرنا، ان کی نشر واشاعت کرنا اور ان کے بارے میں غلو کرنا صحیح نہیں ہے، مگر یہ کہ ان کی سندوں کی تحقیق کی جائے اور ان میں سے صحیح روایتوں کو چھانٹا جائے۔

تیسرا معاملہ: آل بیت کے حق میں ثابت فضائل کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہی صرف ان فضائل کے حق دار ہیں اور یہ فضائل ان ہی کے ساتھ مخصوص ہیں، دوسرے ان میں شریک نہیں ہے، کیوں کہ یہ اصول اور قاعدہ کلیہ ہے کہ کسی شرف سے تخصیص کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اس شرف سے دوسروں کی نفی ہوتی ہے۔(۳)

۱۔ رجال الکشی ص [illegible]، بحار الانوار [illegible]، الکافی [illegible]
۲۔ الحدائق الناضرۃ – یوسف البحرانی ۱/۵۰، بحار الانوار ۲/۲۵۰
۳۔ حوادث مع فضل اللہ – از: ہاشم الہاشمی ص ۱۰۲، الامام المہدی – از: محمد کاظم قزوینی ص ۵۱۲

اگر ہم کہیں: نبی کریم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا: "میں کل جھنڈا اس شخص کے حوالے کروں گا جس کے ہاتھوں اللہ فتح نصیب کرے گا، وہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے، اور اللہ و رسول اس سے محبت کرتے ہیں۔(۱)

کیا اس حدیث سے یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ یہ شرف باقی آل بیت کو حاصل نہیں ہے، اور حضرت حسن وحسین سے اللہ اور اس کے رسول ﷺ محبت نہیں کرتے ہیں؟!

یہ فطری جواب ہوگا کہ ایسا نہیں ہے! بلکہ وہ دونوں جنتی نوجوانوں کے سردار ہیں، اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ ان دونوں سے محبت کرتے ہیں، بلکہ اس کا مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالی نے ان کا خصوصیت سے تذکرہ فرما کر ان کو عزت و شرافت سے سرفراز کیا ہے اور ان کی قدر بڑھائی ہے، مثلا:

آل بیت کے سلسلے میں اللہ تبارک وتعالی کا ارشاد ہے: "إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا، وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلَى فِي بُيُوتِكُنَّ مِنْ آيَاتِ اللَّهِ وَالْحِكْمَةِ إِنَّ اللَّهَ كَانَ لَطِيفًا خَبِيرًا" (احزاب ۳۳) بلاشبہ اللہ چاہتا ہے کہ اے گھر والو! تم سے گندگی کو دور کرے اور تم کو پاکیزہ بنا دے، اور تم ان آیات اور اس حکمت کو یاد رکھو جن کی تمہارے گھروں میں تلاوت کی جاتی ہے، بے شک اللہ راز داں اور بڑا باخبر ہے۔

۱۔ یہ روایت کئی سندوں سے بخاری اور مسلم میں ہے: بخاری: ۲۹۴۲، مسلم: [illegible]، یہ الفاظ مسلم کے ہیں، اس صحابی کے علاوہ دوسرے لوگوں سے بھی بخاری اور مسلم میں یہ روایت ہے۔ انصاف پسند بھائی! سوچیے کہ بخاری، مسلم کے مصنفین اور سبھی اہل سنت والجماعت ہیں، جو حضرت علی اور اہل بیت کے فضائل کو روایت کرتے ہیں، اس طرح نہیں ہے جیسے بعض لوگ دعوی کرتے ہیں، ان میں سے "المراجعات" کے مصنف ہیں، وہ کہتے ہیں کہ صحابہ کرام اور شیخین بھی ان روایتوں سے خائف رہتے ہیں جن میں آل بیت کے فضائل بیان کیے گئے ہیں۔ اگر ہم چاہیں تو صحابہ اور اہل سنت والجماعت کی طرف سے روایت کردہ آل بیت کے فضائل کو اتنی تعداد میں جمع کر سکتے ہیں کہ یہ کتاب چھوٹی پڑ جائے گی، بلکہ کئی جلدیں تیار ہو جائیں گی، اللہ کی ذات سے امید ہے کہ یہ کام اللہ عنقریب آسان فرمائے گا۔ اس کی تھوڑی بہت تفصیلات کے لیے مبرہ کی طرف سے شائع کتاب "آل واصحاب۔ ایک دوسرے کے ثناخواں" پڑھی جائے۔

اور صحابہ کرام کے سلسلے میں فرمایا ہے: "مَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ حَرَجٍ وَّلٰكِنْ يُّرِيْدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ" (مائدہ) اللہ تعالیٰ تم پر کسی قسم کی تنگی ڈالنا نہیں چاہتا، بلکہ اس کا ارادہ تمھیں پاک کرنے کا اور تمھیں اپنی بھرپور نعمت دینے کا ہے۔

تطہیر تمام مسلمانوں کو شامل ہے، لیکن اللہ نے خصوصیت کے ساتھ اہل بیت کا تذکرہ کیا ہے، کیوں کہ ان کو فضیلت حاصل ہے، اس پر قیاس کیجئے اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ بعض آل بیت رضی اللہ عنہم کی بہت سی خصوصیات اور امتیازات ہیں جن میں کوئی دوسرا ان کا شریک نہیں ہے، بالکل اسی طرح بعض صحابہ رضی اللہ عنہم کو بہت سی خصوصیات اور امتیازات حاصل ہیں جن میں کوئی دوسرا ان کا شریک نہیں ہے، اسی وجہ سے ہر حق والے کو اس کا حق دینا ضروری ہے، یہی معاملہ اس مشہور حدیث کے سلسلے میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی چادر میں بعض اہل بیت کو لیا اور ان کے حق میں دعا کی، یہ علی، فاطمہ، حسن اور حسین تھے، رسول اللہ ﷺ کے دوسرے قریبی رشتے دار جو آپ ﷺ کے گھر میں نہیں رہتے تھے، وہ بھی آیت کریمہ کے حکم میں ہیں، کیوں کہ نہ دور ہے اور نہ قریب سے اس حدیث سے یہ پتہ نہیں چلتا ہے کہ آل بیت کا مفہوم صرف علی، فاطمہ، حسن اور حسین رضی اللہ عنہم تک محدود ہے، اسی طرح اس حدیث سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ کچھ لوگ اہل بیت میں داخل ہیں اور دوسرے اس سے خارج ہیں، کیوں کہ ان لوگوں کے داخل ہونے کے لیے یہ شرط نہیں ہے، اسی طرح یہ بھی معلوم نہیں ہوتا کہ امہات المومنین اس سے خارج ہیں، اللہ کی رحمت ہر چیز پر وسیع ہے، کیوں کہ کسی ایک کی وجہ سے دوسرے پر رحمت تنگ نہیں ہوتی، اگر کوئی کہنے والا یہ کہے جس کے دس بھائی ہوں: عمر، علی اور خالد میرے بھائی ہیں۔ کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ باقی سات اس کے بھائی نہیں ہیں؟ کلام عرب میں اس طرح کی عبارتیں بکثرت پائی جاتی ہیں بلکہ قرآن کریم تک میں اس کی مثالیں پائی جاتی ہیں، مثلاً اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "إِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ مِنْهَا أَرْبَعَةٌ حُرُمٌ، ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ" (التوبۃ

۳۶) یعنی یہ دین قیم میں سے ہے، دین قیم صرف چند مہینوں اور ان میں سے چار اشہر حرم ہونے میں محدود نہیں ہے، اسی طرح نبی کریم ﷺ نے "حدیث کساء" میں فرمایا ہے: "یہ میرے گھر والے ہیں" یعنی وہ میرے گھر والوں میں سے ہیں، جیسا کہ ہم نے ابھی ابھی اس کی وضاحت کی ہے، ہم یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ اگر حدیث کساء ان چار صحابہ رضی اللہ عنہم کے علاوہ آل بیت میں سے کسی دوسرے کے داخلے میں رکاوٹ ہے تو علی بن حسین محمد باقر، جعفر صادق وغیرہ ائمہ اس میں کیسے داخل ہوں گے، اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ "واقعۂ کساء" کے وقت ان ائمہ کا وجود ہی نہیں تھا۔(۱)

چوتھا معاملہ: صرف نسب پر اعتماد کافی نہیں ہے۔

جس طرح ہمارے لیے یہ ضروری ہے کہ ایمان، تقویٰ اور نبی کریم ﷺ کی قرابت کی وجہ سے ہر آل بیت سے محبت کریں، اسی طرح ہم پر یہ بھی ضروری ہے کہ اہل بیت میں سے کوئی گناہ کرے تو اس کے گناہ کے بقدر اس سے نفرت کریں، جس طرح عام امتیوں کے ساتھ معاملہ کرنے کا حکم ہے۔ "جس کو اس کا عمل سست کر دے اس کا نسب اس کی رفتار نہیں بڑھا سکتا"۔(۲)

پانچواں معاملہ: آل رسول کو صرف علی، فاطمہ، حسن اور حسین رضی اللہ عنہم اور حسین کے نو بچوں میں محدود کرنا کسی بھی حال میں صحیح نہیں ہے اور یہ حقیقت کے خلاف بھی ہے۔

اس میں بہت سے ان لوگوں کی حق تلفی ہے جو آل بیت میں سے ہیں، اس میں پاکیزہ نسبت اور اس پر مرتب ہونے والے حقوق سے ان کی محرومی ہے، یہ بعض حقوق تعبدی ہیں تو بعض مالی، جن حقوق کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے مقرر کیا ہے اور ان پر راضی ہوا ہے، یہاں اس موضوع کو تفصیل کے ساتھ بیان کرنے کا موقع نہیں ہے۔

۱۔ آیۃ التطہیر ۔ عبدالہادی حسنی ۲۔

۲۔ حدیث شریف کا ایک ٹکڑا۔ مسلم، باب فضل الاجتماع علی تلاوۃ القرآن ۔ عن ابی ہریرۃ ۲۶۹۹

اس میں کسی شک کی گنجائش ہی نہیں ہے کہ مذکورہ بالا افراد رضی اللہ عنہم میں رشتے داری اور قرابت کو محدود کرنے کا لامحالہ تقاضہ اور نتیجہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی نسل کو محدود کر دیا جائے اور اس کو کم کر دیا جائے، جب کہ اس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا کہ کوئی بھی اس کا اقدام کرے گا۔

ہمارے لیے یہ حق ہے کہ ہم ان لوگوں سے مندرجہ ذیل سوالات کریں:

رسول اللہ ﷺ کے چچا کہاں چلے گئے؟

کیا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ عبدالمطلب کی اولاد میں سے نہیں ہیں؟

ان کے فضائل کا تذکرہ کہاں چلا گیا؟ کیا وہ اللہ اور اس کے رسول کے شیر نہیں ہے، کیا وہ احد کے شہید اور بدر کے شہسوار نہیں ہیں؟ جب وہ شہید ہو گئے تو رسول اللہ ﷺ کو اتنا زیادہ غم ہوا کہ اس سے پہلے کبھی اتنا غم نہیں ہوا تھا۔

کیا نبی کریم ﷺ نے یہ نہیں فرمایا: "اللہ کے نزدیک قیامت کے دن شہیدوں کے سردار حمزہ ہوں گے"۔(۱)

کیا حضرت عباس رضی اللہ عنہ عبدالمطلب کے فرزند نہیں ہیں، انھوں نے فتح مکہ میں شرکت کی اور جنگ حنین میں ثابت قدم رہنے والوں کے ساتھ میدان جنگ میں جمے رہے؟

کیا یہ روایت نہیں ہے: "عباس مجھ سے ہے اور میں ان سے ہوں"۔(۲)

۱۔ مستدرک حاکم: ۳/۱۲۰، انھوں نے کہا ہے کہ اس روایت کی سند صحیح ہے، علامہ ذہبی نے "التلخیص" میں اس کی تردید کی ہے، علامہ ناصر الدین البانی نے اس روایت کے دوسرے طرق اور شواہد کی وجہ سے اس کو صحیح قرار دیا ہے: السلسلۃ الصحیحۃ: ۱/۷۱۲، حدیث ۳۷۴۔

۲۔ ترمذی: ۳۷۵۹، ترمذی نے کہا ہے کہ یہ روایت حسن صحیح غریب ہے، نسائی: ۶/۳۳، مستدرک حاکم: ۳/۳۲۵، انھوں نے کہا ہے کہ اس کی سند صحیح ہے، "سیر الاعلام" میں علامہ ذہبی نے اس کی تردید کی ہے اور کہا ہے کہ اس کی سند قوی نہیں ہے ۲/۹۹، اسی کتاب میں دوسری جگہ علامہ ذہبی نے کہا ہے کہ اس روایت میں عبدالاعلیٰ ہیں جو کمزور ہیں۔ ۲/۱۰۲، اسی طرح البانی نے بھی اس کو ضعیف قرار دیا ہے "السلسلۃ الضعیفۃ" ۵/۳۳۰ حدیث ۲۳۱۵، حدیث کو ضعیف کہنے سے اس کی نفی نہیں ہوتی کہ اس کے معنی صحیح ہیں، جیسا کہ یہ بات مخفی نہیں، جب کہ بعد والی حدیث اس کی شاہد بھی ہے۔

کیا رسول اللہ ﷺ نے یہ نہیں فرمایا: "آدمی کا چچا اس کے ابا کی طرح ہوتا ہے"۔(۱)

نبی کریم ﷺ کے چچا زاد بھائی کہاں چلے گئے؟

کیا جعفر طیار رضی اللہ عنہ قابل تعریف کارناموں والی شخصیت نہیں ہے؟

کیا نبی کریم ﷺ نے ان کے سلسلے میں یہ نہیں فرمایا: "تم شکل وصورت اور اخلاق میں میرے مشابہ ہو"۔(۲)

کیا وہ السابقون الاولون میں سے نہیں ہیں؟

کیا انھوں نے حبشہ کی طرف ہجرت نہیں کی، وہ حبشہ ہی میں رہے، یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ نے مدینہ کی طرف ہجرت کی، پھر وہ فتح خیبر کے موقع پر آئے، نبی کریم ﷺ ان کی آمد سے بہت ہی خوش ہوئے، ان کے آنے پر کھڑے ہوئے، معانقہ کیا اور ان کی پیشانی کو بوسہ دیا۔

یہ بھی روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ان سے فرمایا: "مجھے نہیں معلوم کہ میں کس پر سب سے زیادہ خوش ہوں، فتح خیبر پر یا جعفر کی آمد پر"۔(۳)

جب رسول اللہ ﷺ نے ان کو زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کا نائب بنا کر موتہ بھیجا تو انھوں نے اللہ کے راستے میں کارہائے نمایاں انجام دیے، اور جنگ کرتے رہے یہاں تک کہ ان کے دونوں ہاتھ کٹ گئے اور وہ شہید ہو گئے، اللہ تعالیٰ نے ان دو ہاتھوں کے بدلے جنت میں دو پنکھ دیے، جیسا کہ صادق ومصدوق نبی کریم ﷺ نے اس کی خبر دی ہے، پس ان کا دنیا میں "طیار" لقب ہو گیا اور ان کو جعفر طیار ہی کہا جانے لگا۔

جب نبی کریم ﷺ کو ان کی شہادت کی خبر ملی تو آپ کو بہت زیادہ غم ہوا، اس موقع پر آپ نے فرمایا: "میں کل رات جنت میں داخل ہوا تو میں نے اس میں دیکھا کہ جعفر

۱۔ ترمذی: ۳۷۵۸، ترمذی نے کہا ہے کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے، مسند امام احمد: ۲/۱۶۵، اس کے شواہد اور مختلف طرق کی وجہ سے علامہ البانی نے اس کو صحیح قرار دیا ہے: السلسلۃ الصحیحۃ: ۲/۳۳۶، حدیث ۸۰۶۔

۲۔ صحیح بخاری: ۲۶۹۹

۳۔ السنن الکبریٰ بیہقی ۷/۱۰۱، انھوں نے کہا کہ یہ روایت مرسل ہے۔

فرشتوں کے ساتھ اڑ رہے ہیں"۔(۱)

رسول اللہ ﷺ نے یہ بھی فرمایا: "آج رات جعفر فرشتوں کی ایک جماعت کے ساتھ میرے پاس سے گزرے، ان کے دو پنکھ خون سے رنگے ہوئے تھے اور ان کا دل سفید تھا"۔(۲)

حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کے یہ بعض مناقب اور فضائل ہیں، جن سے دنیا وآخرت میں ان کے عظیم مقام اور بلند مرتبے کا پتہ چلتا ہے۔ رضی اللہ عنہ وأرضاہ۔

کیا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما امت کے زبردست عالم اور ترجمان قرآن نہیں ہیں، آپ کو اپنی وسعت علمی، کثرت فہم، کمال عقل اور وسیع فضل کی وجہ سے علمی سمندر کہا جاتا ہے، ان کو اس لقب سے کیوں موسوم نہ کیا جائے، جب کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کے حق میں دین کی سمجھ اور علم تاویل کی دعا کی ہے۔(۳)

آپ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ جنگ جمل اور صفین میں شریک رہے، آپ کے اس فضل کا اعتراف سبھی صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین نے کیا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اولاد کہاں چلی گئی جن کی تعداد بہت زیادہ ہے؟

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی باقی اولاد کو کیا ہوا، جن میں آپ کے پوتے شہید کوفہ زید بن علی بن حسین اور آپ کی اولاد کی بھی ذریت ہیں؟

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی اولاد کو کیا ہوا؟

ان بھی لوگوں کے حقوق کیا ہوئے؟

کیا یہ سب آل بیت میں سے ہیں یا نہیں؟

۱۔ مستدرک حاکم: ۳/۱۹۶، ۲۰۹، حاکم نے کہا ہے کہ اس کی سند صحیح ہے، ذہبی نے "التلخیص" میں اس روایت کو صحیح کہا ہے، اسی طرح علامہ البانی نے "صحیح الجامع" میں اس کو صحیح قرار دیا ہے ۳۳۵۸، السلسلۃ الصحیحہ ۳/۲۲۷ حدیث ۱۲۲۶۔

۲۔ مستدرک حاکم ۳/۲۱۲، حاکم نے کہا ہے کہ یہ روایت مسلم کی شرط پر صحیح ہے، الذہبی نے ان کی موافقت کی ہے: السلسلۃ الصحیحہ ۳/۲۲۸ حدیث ۱۲۲۶۔

۳۔ بخاری و مسلم

اگر یہ اہل بیت میں سے نہیں ہیں تو کس نے ان کو اہل بیت سے خارج کیا ہے؟

کس دلیل کی بنیاد پر اس کام کی جرأت کی گئی ہے؟

کیا ان لوگوں کو آل بیت سے دور کرنے میں کوئی سازش کارفرما ہے؟(۱)

اس موضوع پر مناقشہ اور بحث کرنے اور اس کی تفصیل وضاحت کرنے کی یہ جگہ نہیں ہے، لیکن ہم نے یہاں ان تفصیلات کا اس لیے تذکرہ کیا ہے، تاکہ قاری اس بات سے متنبہ رہے کہ آل بیت کی تاریخ اس سے بہت وسیع، بڑی اور عظیم ہے جس کا تذکرہ بعض لوگ کرتے ہیں۔

نتیجہ یہ نکلا کہ اہل بیت بہت سے ہیں، اللہ ان کی تعداد میں اضافہ فرمائے، یہ وہ لوگ ہیں جنھیں صدقہ دینا حرام ہے، وہ بنو ہاشم کے علاوہ نبی کریم ﷺ کی ازواج مطہرات ہیں، جو اصالۃً اہل بیت میں سے نہیں ہیں، لیکن نبی کریم ﷺ کے تابع ہونے کی وجہ سے اہل بیت میں سے ہیں، جیسا کہ دسیوں صریح اور صحیح نصوص سے اس پر دلالت ہوتی ہیں، اس لیے کہ نبی کریم ﷺ سے رشتۂ ازدواج میں منسلک ہونے سے پہلے یہ اہل بیت میں سے نہیں تھیں، بہت سی کتابوں میں اس سلسلے میں بکثرت نصوص پائے جاتے ہیں، ان سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ آل بیت حضرت علی، فاطمہ اور حسین رضی اللہ عنہم کی بعض اولاد میں محصور نہیں ہے، محمد بن سلیمان کوفی نے روایت کیا ہے کہ حصین بن عقبہ نے زید بن ارقم سے دریافت کیا: اہل بیت کون ہیں، کیا آپ کی بیویاں اہل بیت میں سے نہیں ہیں؟

انھوں نے جواب دیا: آپ کی بیویاں اہل بیت میں سے ہیں، اہل بیت وہ ہیں جن پر آپ ﷺ کے بعد صدقہ حرام ہے۔ حصین نے ان سے دریافت کیا: زید! وہ کون ہیں؟ انھوں نے جواب دیا: وہ علی، جعفر، عقیل اور عباس کی اولاد ہیں۔(۲)

حلی نے بھی اس کا تذکرہ کیا ہے، اللہ تعالیٰ کے فرمان "أولي القربى" (سورہ

۱۔ آل البیت وحقوقہم الشرعیۃ، قاضی شیخ صالح الدرویش ص ۴۰

۲۔ مناقب امیر المومنین ۲/۶، اس کی طرف اربلی نے "کشف الغمۃ" میں اشارہ کیا ہے، بحار الانوار مجلسی ۲۵/۲۳۷

...) کے ضمن میں انھوں نے لکھا ہے: یہ علی، عباس، جعفر اور عقیل رضی اللہ عنہم کی اولاد ہیں، ان کے ساتھ اللہ نے دوسروں کو شریک نہیں کیا ہے، یہ صحیح قول ہے، کیوں کہ یہ آل محمد کے مسلک کے مطابق ہے، ان کے پاس مذکورہ دلائل سے اس کی تائید ہوتی ہے"(۱) اس کے علاوہ بہت سے مصادر اور مراجع ہیں جن سے اس بات کی وضاحت ہوتی ہے

ایک شیخ شخص نے روایت کیا ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے کہا: "اللہ کے رسول! آپ تو عقیل سے محبت کرتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "جی ہاں، اللہ کی قسم! میں ان سے دوگنی محبت کرتا ہوں، ایک ان سے محبت کی وجہ سے اور دوسرے ابوطالب کے ان کو چاہنے کی وجہ سے، اور ان کا لڑکا تمھارے لڑکے کی محبت میں شہید ہوگا۔۔۔" یہاں تک کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "میرے بعد میرے خاندان کو جو تکلیفیں ہونے والی ہیں میں اس کی شکایت اللہ ہی سے کرتا ہوں"۔(۲)

پس رسول اللہ ﷺ نے عقیل اور ان کے لڑکے کو پاکیزہ خاندان میں شامل کر دیا۔

چھٹا امر: ناقابل اعتماد کتابوں میں بہت سے اقوال بھرے پڑے ہیں، جن میں اس کا دعوی کیا گیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے انتقال کے بعد خلفائے راشدین کے عہد میں، پھر دولت امویہ کے زمانے میں پھر دولت عباسیہ کے دور حکومت میں آل بیت پر ظلم و زیادتی کی گئی، ان پر مصیبتوں کے پہاڑ توڑے گئے، کوئی بھی اہل بیت کے سادات میں سے ایسا نہیں بچا جس نے نیل کی ہوا نہ کھائی ہو، یا قتل نہ ہوا ہو، یا اس کو جلا وطن نہ کیا گیا ہو یا اس کو زہر دے کر مار نہ گیا ہو، اس کے علاوہ بہت سے دعوے کیے جاتے ہیں۔

اس کا جواب دو طریقوں سے دیا جا سکتا ہے، جو مندرجہ ذیل ہیں:

پہلا جواب:

اہل سنت والجماعت کے نزدیک اصل یہ ہے جس میں کوئی اختلاف نہیں ہے اور

۱۔ مجموعہ مضمون صحاح الاخبار، ص ۹۱۔

۲۔ امالی الطوسی ص ۱۹۱، بحار الانوار ۲۲/ ۲۸۸، ۲۲/ ۲۷۴

اس پر اجماع ہے کہ آل بیت کی عزت اور توقیر کی جائے اور ان کے فضل اور نبی کریم ﷺ سے قرابت، ان کے بارے میں آپ ﷺ کی وصیت کو جانا جائے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اور میرے گھر والے، میں تم کو اپنے گھر والوں کے سلسلے میں اللہ کو یاد دلاتا ہوں، میں تم کو اپنے گھر والوں کے سلسلے میں اللہ کو یاد دلاتا ہوں، میں تم کو اپنے گھر والوں کے سلسلے میں اللہ کو یاد دلاتا ہوں"۔(۱)

آل بیت رضی اللہ عنہم کے سلسلے میں اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ان کی کتابوں میں موجود ہے: حدیث، عقائد، فقہ، تراجم وسیر کی کتابوں میں اہل سنت کا عقیدہ موجود ہے، ہر مصنف نے مناسب جگہ پر اس عقیدے کا تذکرہ کیا ہے، مثلا حدیث کی کتابوں میں ان کے فضائل میں بہت سے ابواب ہیں، عقائد کی کتابوں میں ان کے سلسلے میں اہل سنت کا عقیدہ بیان کرنے کے لیے الگ ابواب ہیں، فقہ کی کتابوں میں ان سے متعلق احکام وفروعات کے الگ ابواب ہیں، مثلا ان پر صدقہ کرنا حرام ہے، اور تراجم کی کتابوں میں ان کا تذکرہ، حالات زندگی اور ان کے واقعات نقل کیے گئے ہیں۔

اہل سنت والجماعت کے نزدیک یہی اصل ہے، اور یہ اصل واضح اور جلی دلیل کے بغیر ختم نہیں ہوتی ہے، جب ہم تاریخ کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہم پاتے ہیں کہ بعض لوگ جو یہ دعوی کرتے ہیں کہ اہل سنت اور ان کے امراء وحکام نے آل بیت کو دور کر دیا تھا، یہ باطل اور جھوٹے دعوے ہیں، ان کا کوئی ثبوت نہیں ہے، البتہ بعض جھگڑے حکومت اور سلطنت کے سلسلے میں ہوئے ہیں، ان کا انکار نہیں ہے، جیسا کہ امام زید رحمۃ اللہ علیہ کی بغاوت میں ہوا ہے۔

اسی وجہ سے شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے: "البتہ جس نے حسین کو قتل کیا ہے یا ان کو قتل کرنے میں تعاون کیا ہے یا اس پر راضی ہے تو اس پر اللہ، فرشتوں اور سبھی لوگوں کی لعنت ہے"۔(۲)

۱۔ صحیح مسلم حدیث ۲۴۰۸

۲۔ مجموع الفتاوی ۴/ ۴۸۷

کسی مسلمان کے لیے یہ صحیح نہیں ہے کہ باطل روایتوں یا جھوٹے قصوں کا حوالہ دے کر آل بیت کی روشن تاریخ اور ان سے مسلمانوں کی محبت کو مسخ کیا جائے، جس طرح اصفہانی نے اپنی کتاب "مقاتل الطالبین" میں کیا ہے، جو اصفہانی کی کتابوں پر اعتماد کرتا ہے اس پر تعجب ہے، کیوں کہ اصفہانی کی کتاب "مقاتل الطالبیین" جھوٹے تاریخی قصوں اور باطل روایتوں سے بھری پڑی ہے، اہل سنت والجماعت پر یہ جھوٹ الزام اور بہتان لگانے سے پہلے کوئی بھی مصنف ان روایتوں اور واقعات کو ثابت کر ہی نہیں سکتا ہے۔

تاریخ کی کتابوں میں ایسی بہت سی روایتیں ملتی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ خلفائے راشدین نے آل بیت کی عزت کی، ان کی توقیر کی اور ان سے محبت کی:

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے: "اہل بیت کے سلسلے میں محمد ﷺ کا خیال رکھو"۔ (۱) ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے یہ بھی فرمایا: "اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے! مجھے رسول اللہ ﷺ کی رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی اور حسن سلوک میرے رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی سے زیادہ محبوب ہے"۔ (۲)

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت علی اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہما کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: "اللہ کی قسم! میں نے گھر بار، مال ودولت اور اہل وعیال کو صرف اللہ، اس کے رسول اور تم اہل بیت کی خوشنودی کے لیے چھوڑا ہے"۔ (۳)

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنی ایک بیوی اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا تاکہ وہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی تیمارداری کریں اور ان پر توجہ دیں جب وہ بیمار ہوئیں، بلکہ وہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو غسل دینے اور کفن دینے میں بھی شریک رہیں۔ (۴)

۱۔ بخاری ۳۷۱۳، باب مناقب الحسن والحسین

۲۔ بخاری ۳۷۱۲، باب مناقب قرابۃ رسول اللہ ﷺ، صور الاقوی ۳/ ۳۰۱

۳۔ السنن الکبری، بیہقی ۶/ ۳۰۱، البدایۃ والنھایۃ۔ ابن کثیر ۵/ ۲۸۹، ابن کثیر نے لکھا ہے کہ یہ سند جید اور قوی ہے

۴۔ الاستیعاب۔ ابن عبدالبر ۴/ ۱۸۹۷، اسنی المطالب۔ صفحہ ۱۴۰

عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: "رسول اللہ کی دختر! مخلوقات میں سے کوئی بھی تمہارے والد سے زیادہ ہمارے نزدیک محبوب نہیں ہے، تمہارے والد کے انتقال کے بعد مخلوقات میں سے کوئی بھی تم سے زیادہ ہمارے نزدیک محبوب نہیں ہے"۔ (۱)

یہی بات کافی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس جماعت میں حضرت علی کو بھی شامل کیا جن میں سے کسی کو اپنے بعد خلیفہ بنانے کے لیے منتخب کیا تھا۔

حضرت عمر نے حضرت علی کی دختر ام کلثوم رضی اللہ عنہا کے ساتھ شادی کی۔ (۲)

خلیفۂ ثالث حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا بھی یہی حال ہے، چناں چہ آپ کی سیرت بہت سے ایسے مواقف سے بھری ہوئی ہے، جو آپ کے اور اہل بیت کے درمیان مشترک ہیں، آپ رضی اللہ عنہ اکثر موقعوں پر حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مشورہ کرتے تھے، بلکہ ان تعلقات کی حقیقت واضح طور پر اس وقت ظاہر ہوتی ہے جب حضرت علی اور ان کے فرزندان رضی اللہ عنہم حضرت عثمان کے شہادت کے موقع پر آپ کے دفاع میں کھڑے ہو گئے، کیوں کہ یہ عثمان سے محبت کرتے تھے اور عثمان نے ان سے اپنی محبت کی وجہ سے ان کو حکم دیا کہ وہ جنگ سے باز رہیں۔ (۳)

بیان کیا گیا ہے کہ ہارون رشید نبی کریم ﷺ کی قبر مبارک کے پاس آئے، ان کے ساتھ موسی بن جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہم تھے، ہارون رشید لوگوں پر فخر کرتے ہوئے نبی کریم ﷺ کی قبر کے پاس آتے اور کہا: السلام علیک یا ابن عم (چچا زاد بھائی! تم پر درود وسلام ہو) کیوں کہ ہارون رشید کا تعلق عباس بن عبد المطلب کی نسل سے ہے، پھر موسی بن جعفر آئے اور انھوں نے کہا: ابا جان! تم پر درود ہو۔ ہارون رشید ان کی طرف مڑے اور کہا: اللہ کی قسم! یہ فخر کی بات ہے۔

۱۔ مصنف ابن ابی شیبہ ۱۲/ ۷/ ۴۳۲، اس کی سند صحیح ہے

۲۔ البدایۃ والنھایۃ ۵/ ۳۳۰، تاریخ الاسلام، علامہ ذہبی ۱۹۶/

۳۔ تاریخ دمشق، ابن عساکر ۳۹/ ۳۹۳، طبقات ابن سعد ۸/ ۱۲۹

ہارون رشید نے کہا: ''مجھے یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ عوام کا میرے بارے میں یہ خیال ہے کہ میں علی بن ابو طالب سے بغض رکھتا ہوں، اللہ کی قسم! میں ان سے جتنی محبت کرتا ہوں کسی اور سے اتنی محبت نہیں کرتا ہوں''۔(۱) خلیفۂ عادل حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے فاطمہ بنت علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہما سے فرمایا: ''علی کی دختر! اللہ کی قسم! پوری زمین پر کوئی بھی گھر والے نہیں ہیں جو میرے نزدیک تم سے زیادہ محبوب ہوں، تم میرے نزدیک میرے گھر والوں سے بھی زیادہ محبوب ہو''۔(۲)

ایک مجلس میں زہد اور زاہدوں کا تذکرہ ہوا، چند لوگوں نے کہا کہ فلاں سب سے بڑے زاہد ہیں، لوگوں نے دوسروں کے کا نام لیے، عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''لوگوں میں سب سے بڑے زاہد علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ ہیں''۔(۳)

دوسرا جواب:

جلیل القدر مرتبے اور مقام کے حاملین خصوصاً امت کے صلحاء اور علماء کو اللہ تبارک وتعالی آزمائش کی بھٹی سے گزارتا ہے، تاکہ آخرت اور جنت میں ان کی شان اور درجات کو بلند فرما، اگر اہل بیت میں سے کسی پر ظلم وستم کیا گیا یا ان کو قتل کیا گیا، جیسا کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو قتل کیا گیا تو یہ اسی قبیل سے ہے کہ اللہ جب کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو اس کی آزمائش کرتا ہے۔ یہ معاملہ صرف اہل بیت کے ساتھ مخصوص اور ان ہی میں محصور نہیں ہے، بلکہ اہل سنت والجماعت کے بہت سے علمائے کرام اور کبار ائمہ پر ظلم وستم ڈھایا گیا ہے، مثلاً سعید بن جبیر، امام ابو حنیفہ، امام مالک اور امام احمد وغیرہ۔

ظلم وستم انبیاء علیہم السلام پر بھی ڈھایا گیا اور ان کے بعد صلحاء اور نیک لوگوں کو بھی اس کا نشانہ بنایا گیا، یہ دانیال علیہ السلام ہیں، ان پر سخت ترین ظلم کیا گیا اور ان کو نا قابل

۱۔ تاریخ الخلفاء ۔ سیوطی، ص ۲۹۳
۲۔ الطبقات الکبریٰ ۔ ابن سعد ۵/۳۸۸
۳۔ [illegible] بحوالہ سیرۃ عمر ۔ ابن جوزی ص ۲۹۲

برداشت سزائیں دی گئیں، ظالم بادشاہ بخت نصر نے ان کو قید کیا اور دو شیروں کو ان کے ساتھ چھوڑ دیا، لیکن اللہ تعالی نے ان کی حفاظت کی اور ان کو صحیح سالم رکھا۔(۱)

اللہ نے یعقوب علیہ السلام کی بھی آزمائش کی، ان کے فرزند یوسف علیہ السلام کھو گئے، جن سے ان کو سخت تکلیف ہوئی، اللہ کے نبی زکریا علیہ السلام نے بھی تکلیفیں اٹھائیں، موسیٰ علیہ السلام کو فرعون نے پریشان کیا، یہودیوں نے عیسیٰ علیہ السلام کا جینا دوبھر کر دیا، اور ہمارے آقا نبی کریم ﷺ کو قریش اور مکہ کے کافروں نے ہر طرح سے ستایا، ان سبھی انبیاء کے قصے مشہور ومعروف ہیں۔

یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد بھی امت کے صلحاء پر وہی مصیبتیں آئیں جو ان سے پہلے والوں پر آئی تھیں، چناں چہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو بغض اور دشمنی کی وجہ سے نماز کی حالت میں خنجر گھونپ کر قتل کر دیا گیا، اسی طرح عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو ان کے گھر میں محصور کر کے شہید کر دیا گیا، جب کہ وہ قرآن کی تلاوت کر رہے تھے، یہی واقعہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ پیش آیا، جب وہ لوگوں کو نماز کے لیے جگا رہے تھے تو دشمن نے ان پر تلوار سے حملہ کیا اور ان کو شہید کر دیا، ان کے علاوہ بہت سے دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں جو اللہ کی راہ میں مارے گئے، ان کے بعد امت کے علماء اور صلحاء کثیر تعداد میں ظلم وزیادتی کا شکار ہوئے۔

یہ امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ ہیں، جو ایک ظالم کے ہاتھوں سخت ترین آزمائش سے گزرے، قریب تھا کہ یہ ظالم ان کو قتل کر دیتا۔

خلیفہ معتصم کے ساتھ اہل سنت والجماعت کے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے واقعات تو بڑے مشہور ہیں، اس نے امام کو سزائیں دی اور کوڑے لگائے، یہاں تک کہ آپ کی پیٹھ چھلنی ہوگئی، ان کو جیل میں قید کیا اور ان کا جینا دوبھر کر دیا۔(۲)

۱۔ البدایہ والنہایہ ۔ ابن کثیر ۱/۳۲۸
۲۔ سیرۃ الامام احمد ۔ ابن جوزی ص ۱۵۸

سلطان العلماء امام عز بن عبد السلام رحمۃ اللہ علیہ کا امیر اسماعیل کے ساتھ پیش آیا ہوا قصہ بھی بہت مشہور ہے، جس نے ان کو قید کیا اور ان پر ظلم وستم ڈھایا۔

جب مصر پر فاطمی خاندان کی حکومت آئی تو انھوں نے علماء پر ظلم وستم ڈھایا، ان میں سے ایک امام ابو بکر نابلسی ہیں، فاطمیوں نے پہلے دن ان کو کوڑے مارنے کا حکم دیا، اور دوسرے دن لوگوں کے سامنے لٹکانے کا حکم دیا، پھر تیسرے دن تیز چھری سے ان کی چمڑی اتارنے کا حکم دیا۔(۱)

امام نعیم بن حماد کا انتقال اس حال میں ہوا کہ وہ بیڑیوں میں جکڑے ہوئے قید خانے میں تھے، دشمن ان کو اسی حال میں کھینچ کر لے گئے اور غسل دیے بغیر بیڑیوں کے ساتھ ہی ایک گڑھے میں پھینک دیا۔(۲)

امام ہروی انصاری کہتے ہیں: "مجھے تلوار پر پانچ مرتبہ پیش کیا گیا، مجھ سے یہ نہیں کہا جاتا کہ تم اپنے مسلک سے رجوع کرو۔ بلکہ مجھ سے یہ کہا جاتا: جو تمھاری مخالفت کرتے ہیں ان سے خاموش رہو۔ میں جواب دیتا: میں خاموش نہیں رہوں گا۔(۳)

اس کی مثالیں لاتعداد ہیں، یہاں بتانا مقصود یہ ہے کہ ظلم وزیادتی اہل سنت والجماعت کے عوام اور علماء پر بھی ہوئی ہے، جس طرح ان کے علاوہ لوگوں پر ہوئی ہے، جو بڑا ہوتا ہے اس کی آزمائش کی جاتی ہے، اور آج تک عظیم لوگوں کی آزمائش جاری ہے۔

۱۔ حاشیہ بدایہ والنہایہ ۱۱/۲۸۶، العبر فی خبر من غبر ۔ علامہ ذہبی ۲/۳۲۹

۲۔ سیر اعلام النبلا ۔ علامہ ذہبی ۱۰/۶۱۱ ۳۔ سیر اعلام النبلا ۱۸/۵۰۹

چوتھا باب

تاریخ کے اہم قابلِ اعتماد مراجع ومصادر

جو محقق تاریخی مصادر سے واقف ہونے کا ارادہ کرے تو اس کو تاریخی کتابوں اور رجال اور ان کے تراجم کے سلسلے میں لکھے ہوئے بہت سے مصادر اور مراجع ملیں گے، چاہے ان کے مصنفین نے ان کتابوں کے سیاق وسباق میں صحت کی شرط لگائی ہو، یا روایتوں پر صحیح یا ضعیف ہونے کا حکم لگایا ہو، ان کتابوں کی موجودگی کی وجہ سے مطالعہ کرنے والے کو بحث وتحقیق اور جرح وتعدیل سے بے نیازی ہو جاتی ہے، البتہ جو مصنفین روایتوں کو سندوں کے ساتھ بیان کرتے ہیں اور ان پر حکم نہیں لگاتے ہیں، ان کتابوں کا مطالعہ کرنے والے کو ان روایتوں کے صحیح یا ضعیف ہونے کی تحقیق کرنا ضروری ہو جاتا ہے۔

ذیل میں تاریخ کے بعض ان مصدر اور مراجع کو بیان کیا جا رہا ہے، تاریخ اسلامی کا مطالعہ کرنے اور اس کو ترتیب دینے میں ان کتابوں پر اعتماد کیا جا سکتا ہے:

ا۔ "الطبقات الكبرى" ۔ از: ابن سعد (م ۲۳۰ھ):

اس باب میں یہ کتاب بڑی اہم ہے، کیوں کہ ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے سندوں کے ساتھ روایتوں کو بیان کیا ہے، مطالعہ کرنے والے کے لیے صرف ان سندوں کو پڑھنا کافی ہے، اگر وہ اہل ہے، اس کتاب کا سب سے بڑا امتیاز یہ ہے کہ یہ سیرت نبوی، تراجم اور اخبار کی سب سے قدیم کتابوں اور مصادر ومراجع میں سے ہے، کیوں کہ مولف نے دوسری صدی ہجری میں واقدی (۱) وغیرہ ضعیف اور متروک راویوں سے چوکنا ہو کر روایتوں کو حاصل کیا ہے، یا انھوں نے علم والوں سے نہ جاننے والی چیزوں کو حاصل کیا ہے، جس طرح اللہ عزوجل نے قرآن کریم میں اس کا حکم دیا ہے۔ (۲)

۱۔ محمد بن عمرو واقدی، ابو عبد اللہ [illegible] ان کے متروک ہونے پر اجماع ہے، جیسا کہ علامہ ذہبی نے "المغنی" میں بیان کیا ہے: (۲/ ۶۱۹) انھوں نے لکھا ہے: ان کے متروک ہونے پر اجماع ہے۔ اسی طرح حافظ ابن حجر نے بھی "التقریب" میں ان کو متروک قرار دیا ہے، وہ لکھتے ہیں: "وسعت علم کے باوجود یہ متروک ہیں" ص ۴۹۸، ان کی وفات ۲۰۷ ہجری کو ہوئی۔

۲۔ ڈاکٹر جمال بن فرحان صالحی حفظہ اللہ تعالیٰ نے اپنا مقالہ "کا حدیث ودراسۃ روایات کتاب الطبقات الکبریٰ لابن سعد" تاریخی خدمت میں بطور [illegible] پیش کیا ہے، یہ اسلامی [illegible] کا مقالہ ہے۔

۲۔ تاریخ خلیفة بن خیاط:

یہ کتاب اگرچہ "طبقات ابن سعد" سے چھوٹی ہے، لیکن اس کا امتیاز یہ ہے کہ فتنوں کو ظاہر کرنے کی حیثیت سے اس کے متون محفوظ ہیں، خصوصاً صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانے میں رونما ہونے والے واقعات کے سلسلے میں اس کے متون محفوظ ہیں۔

۳۔ تاریخ الأمم والملوک۔ مشہور بہ "تاریخ طبری":

اس کتاب میں کثرت سے واقعات، آثار اور روایتیں ہیں، لیکن اس میں صحیح اور غلط سب کچھ ہے، اس سلسلے میں طبری کو مجرم قرار نہیں دیا جاسکتا، کیوں کہ انھوں نے تمام روایتوں کی سندیں بیان کی ہیں، جس نے سند کے ساتھ روایت کی، اس نے روایت کو دوسروں کے حوالے کیا کہ وہ تحقیق کرے، اس طرح اس کی ذمے داری ختم ہوجاتی ہے، کتاب کے مقدمے میں ہم نے اس بات کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے اور اس کی وضاحت کی ہے۔ ()

۴۔ البدایة والنهایة۔ تالیف: حافظ ابن کثیر

یہ "تفسیر القرآن الکریم" کے مصنف ہیں، جو تفسیر ابن کثیر سے مشہور ہے، یہ کتاب

تاریخ طبری کو پڑھنے سے پہلے ہم اس کتاب کے بارے میں تصنیف کردہ کتابوں کو پڑھنے کی دعوت دیتے ہیں، ان میں سے اہم کتابیں مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ "مرویات أبي مخنف (لوط بن یحیی الازدی) في تاریخ الطبري عصر الخلافة الراشدة" تالیف: ڈاکٹر یحیی بن ابراہیم الیحیی، طبع: دار العاصمہ، ریاض ۱۴۱۰ھ۔

۲۔ "تحقیق مواقف الصحابة في الفتنة من روایات الإمام الطبري والمحدثین" تالیف: محمد امحزون، طبع: دار طیبہ ومکتبہ الکوثر، ریاض ۱۴۱۵ھ۔

۳۔ "استشهاد عثمان رضي الله عنه ووقعة الجمل في مرويات سيف بن عمر في تاريخ الطبري، دراسة نقدية" تالیف: ڈاکٹر خالد بن محمد الغیث، طبع: دار الأندلس الخضراء، جدہ۔

۴۔ "مرويات خلافة معاوية رضي الله عنه في تاريخ الطبري، دراسة نقدية" تالیف: ڈاکٹر خالد بن محمد الغیث، طبع: دار الأندلس الخضراء، جدہ، ریاض۔

اگرچہ سابقہ کتابوں اور مصادر ومراجع کا خلاصہ ہے، لیکن اس کی اہمیت اس لیے ہے کہ ابن کثیر نے بہت سی تاریخی روایتوں پر صحت اور ضعف کا حکم لگایا ہے، کیوں کہ آپ حدیث اور علوم حدیث کے امام ہیں، اس کا سب سے بہترین ایڈیشن ڈاکٹر عبداللہ ترکی کی زیر نگرانی دار ہجر سے شائع ہوا ہے۔

۵۔ تاریخ دمشق۔ ابن عساکر:

یہ بہت وسیع تاریخ ہے، اس کتاب میں ان تمام اہل علم صحابہ وغیرہ کا تذکرہ ہے جو مصنف کی وفات تک شام آئے تھے، اس کا امتیاز یہ ہے کہ اس میں ہر واقعے کی سند موجود ہے۔

۶۔ تاریخ الإسلام۔ از: شمس الدین ذہبی:

یہ بہت وسیع کتاب ہے اور بڑی مفید بھی ہے، اس میں ہماری اسلامی تاریخ کا مکمل قصہ بیان کیا گیا ہے، اور اس کے اہم رموز اور واقعات کا تذکرہ کیا گیا ہے، اس کا امتیاز یہ ہے کہ حافظ علامہ ذہبی نے بعض تاریخی واقعات، احادیث اور روایتوں پر نوٹ چڑھایا ہے، علامہ ذہبی علم حدیث اور فن جرح وتعدیل کے امام ہیں، اس کتاب پر ڈاکٹر بشار عواد معروف نے تحقیق کی ہے، یہ ایڈیشن سب سے بہترین شمار ہوتا ہے۔

۷۔ سیر أعلام النبلاء۔ از: حافظ ذہبی:

یہ مفید کتاب ہے، اس میں علامہ ذہبی نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے لے کر اپنے وقت تک تاریخ اسلامی کی نابغۂ روزگار شخصیات کے حالات وواقعات کا تذکرہ کیا ہے، اس کا ایک باب سیرت نبوی اور تاریخ خلفائے راشدین کے لیے مخصوص ہے، اس کا سب سے بہترین ایڈیشن "الرسالة" سے شائع ہوا ہے۔

۸۔ تاریخ المدینة۔ از: ابن شبہ:

یہ کتاب مفید اور اہم ہے، اس میں ابن شبہ رحمۃ اللہ علیہ نے اکثر روایتوں اور

تاریخی واقعات کی سند بیان کی ہے، اس میں فتنہ اور عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے واقعے کے سلسلے میں بہت ہی اہم روایتیں ہیں، اس کتاب میں بعض جگہوں پر متروک روایتیں بھی ہیں، کیوں کہ اس کتاب کے اصل مخطوطے کا بعض حصہ مفقود ہے، مثلاً ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کا تذکرہ کتاب میں موجود نہیں ہے۔ (١)

٩۔تاریخ ابن خلدون

١٠۔المنتظم فی التاریخ۔ابن جوزی

١١۔العواصم من القواصم۔از:ابوبکر بن عربی

محب الدین خطیب رحمۃ اللہ علیہ نے اس کتاب کی تحقیق کی ہے اور اس کی تعلیق لکھی ہے، اس کتاب کے دسیوں ایڈیشن ہیں، اور کتاب کے مولف کے مقام ومرتبے کی وجہ سے اس کتاب کو بڑی مقبولیت ملی ہے، کیوں کہ ابوبکر ابن عربی کا شمار ائمہ اسلام میں ہوتا ہے، اور اس میں بہت اہم مسائل کے واضح دلائل اور تسلی بخش جوابات دیے گئے ہیں، یہ کتاب اپنے موضوع میں منفرد ہے، کیوں کہ اس میں ہر شبہے کا دوٹوک جواب دیا گیا ہے۔

مندرجہ بالا کتابیں تاریخ اسلامی اور اسلامی واقعات میں اہم مآخذ ومراجع ہیں، ورنہ اس موضوع کی لاتعداد کتابیں ہیں، نئی بھی ہیں اور قدیم بھی۔

ہمارے ذہن میں یہ بات رہنی چاہیے کہ بہت سی ایسی کتابیں ہیں، جن کا موضوع تاریخ نہیں ہے، البتہ ان میں تاریخ اسلامی کے بعض اہم واقعات اور بنیادی مواقع کا تذکرہ ملتا ہے، مثلاً حدیث کی کتابیں، مسانید اور معاجم ہیں، ان میں سے اہم مندرجہ ذیل ہیں:

١۔صحیح بخاری
٢۔صحیح مسلم

١۔صحیح سنابد لتاریخ الاسلامی۔محمد صامل سلمی

٣۔سنن اربعہ: سنن ابوداود، سنن نسائی، سنن ترمذی اور سنن ابن ماجہ
٤۔مسند امام احمد بن حنبل
٥۔مصنف ابن ابی شیبہ
٦۔مستدرک حاکم۔البتہ اس میں بعض ضعیف روایتیں بھی ہیں۔

٭تراجم صحابہ پر بہت سی کتابیں ترتیب دی گئی ہیں، جن میں سے اہم مندرجہ ذیل ہیں:

١. الاستيعاب في معرفة الأصحاب. ابن عبد البر
٢. أسد الغابة في معرفة الصحابة. ابن اثير
٣.الإصابة في تمييز الصحابة. ابن حجر عسقلاني

ان کتابوں میں بہت سے واقعات اور آثار ملتے ہیں، یہ بات ذہن نشین رہنی چاہیے کہ صحیحین کے علاوہ دوسری تاریخی اور حدیث کی کتابوں میں مذکور واقعات وآثار کو تحقیق کی کسوٹی پر رکھنا ضروری ہے اور ان کی سندوں پر جرح وتعدیل کرنا لازمی ہے، تاکہ صحیح اور ضعیف کو الگ الگ کیا جائے۔

٭جدید کتابیں: بہت سے محققین نے روایتوں پر تنقید کی ہے اور ان کی تصحیح کی ہے، اور ان میں سے صحیح روایتوں کو ضعیف روایتوں سے الگ کیا ہے، ان میں سے بعض اہم کتابیں مندرجہ ذیل ہیں:

ڈاکٹر علی بن محمد صلابی حفظہ اللہ تعالی کا سلسلہ:

١.الانشراح ورفع الضيق في سيرة أبي بكر الصديق
٢.فصل الخطاب في سيرة أمير المؤمنين عمر بن الخطاب: شخصيته وعصره
٣. تيسير الكريم المنان في سيرة عثمان بن عفان
٤.أسمى المطالب في سيرة أمير المؤمنين علي بن أبي طالب
٥.أمير المؤمنين الحسن بن علي: شخصيته وعصره

۶۔معاویة بن أبي سفيان

۷۔ عمر بن عبد العزيز

۸۔الدولة الأموية: عوامل الازدهار وتداعيات الانهيار

ان کے علاوہ بھی بعض دوسری اہم کتابیں ہیں، جو مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ موسوعة التاريخ الإسلامي۔ از: محمود محمد شاکر

۲۔اسلامی شخصیات سے متعلق محمود محمد شاکر کی کتابیں

۳۔سيرة السيدة عائشة أم المؤمنين ۔ سید سلیمان الندوی

٤۔ أحداث وأحاديث فتنة الهرج۔ از: ڈاکٹر عبد العزیز دخان

صحابہ کے زمانے میں رونما ہونے والے واقعات اور فتنوں میں صحابہ کے موقف کی تحقیق میں اس کتاب کی بڑی اہمیت ہے، اس سلسلے میں مروی اکثر روایتوں کی تنقیدی تحقیق کی گئی ہے، فتنے کا تفصیلی تذکرہ کیا گیا ہے اور اس بارے میں صحابہ کے موقف کو بیان کیا گیا ہے، اور اس کے اسباب واثرات کا جائزہ لیا گیا ہے، اور اس کے سلسلے میں مسلمانوں کا موقف واضح کیا گیا ہے، یہ کتاب دراصل ڈاکٹریٹ کا مقالہ ہے، جس کا پہلا ایڈیشن شارقہ میں مکتبۃ الصحابۃ کی طرف سے شائع ہوا ہے۔

۵۔ حقبة من التاريخ۔ از: شیخ عثمان خمیس

اہم معاصر کتابوں میں اس کتاب کا شمار ہوتا ہے، مصنف نے اس میں تاریخ اسلامی کے ایک اہم مرحلے یعنی نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد سے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت تک کے زمانے کے بارے میں وارد صحیح روایتوں اور واقعات کو بیان کیا ہے، ان واقعات کے سلسلے میں علماء کے اقوال اور ان میں سے راجح قول کو بیان کیا ہے۔

اس کتاب کے کئی ایڈیشن شائع ہوئے ہیں، ان کا سب سے بہترین ایڈیشن مکتبۃ الامام البخاری، مصر سے شائع ہوا ہے۔

۶۔ تحقيق موقف الصحابة من الفتن۔ ڈاکٹر محمد أمحزون:

یہ ڈاکٹریٹ کا مقالہ ہے، اس میں محقق نے خلفائے راشدین کی خلافت کے عہد کے سلسلے میں وارد اہم روایتوں اور آثار صحابہ کو بیان کیا ہے۔

اس کو دار طیبہ اور مکتبۃ الکوثر ریاض نے شائع کیا ہے۔

۷۔عصر الخلافة الراشدة۔ ڈاکٹر اکرم ضیاء عمری

اس کتاب میں تاریخی روایتوں پر تنقید کی گئی ہے۔

۸۔أخطاء يجب أن تصحح من التاريخ۔ ڈاکٹر جمال عبد الهادی / ڈاکٹر وفاء جمعه

یہ کتابوں کا سلسلہ ہے، جن میں بعض مصنفین اور مطالعہ کرنے والوں کی ان غلطیوں اور غلط نظریات کو بیان کیا گیا ہے، جن کو عمداً اسلامی تاریخ کو مسخ کرنے کے لیے پیش کیا جاتا ہے۔

۹۔التاريخ الإسلامي مواقف وعبر ۔ ڈاکٹر عبد العزیز حمیدی

۱۰۔عبد الله بن سبأ وأثره في إحداث الفتنة في صدر الإسلام۔ شیخ سلیمان عوده

۱۱۔ لماذا يزيفون التاريخ ويعبثون بالحقائق۔ اسماعیل کیلانی

۱۲۔أثر الحديث في نشأة التاريخ عند المسلمين۔ ڈاکٹر بشار عواد معروف۔

۱۳۔ منهج كتابة التاريخ الإسلامي۔ محمد صامل سلمی

۱٤۔ ابو مخنف ودوره في نشأة الكتابة التاريخية۔ علي کامل قرعان۔

۱۵۔ المؤرخون العرب والفتنة الكبرى۔ ڈاکٹر عدنان ملحم

۱۶۔مرويات أبي مخنف في تاريخ الطبري۔ ڈاکٹر یحیی ابراهیم یحیی۔

۱۷۔ إعلام الأنام بما يجب نحو الأعلام۔ تاليف: محمد عبد الحميد حسونة۔

پانچواں باب
تاریخ اسلامی کو مسخ کرنے والی کتابیں

ان کتابوں کا تذکرہ کرنا ضروری ہے جن کا مطالعہ کرتے وقت اور ان کا حوالہ دیتے وقت چوکنا رہنے اور احتیاط برتنے کی ضرورت ہے، کیوں کہ سابقہ اصول وضوابط اور مصنفین کے اسلوب تصنیف سے واقف ہوئے بغیر یا تصنیف وتحقیق میں ان کتابوں کو بنیادی مرجع بنانے سے بہت سے مصنفین اور محققین خطرناک غلطیوں کے مرتکب ہوئے ہیں، جن سے براءت ضروری ہے، اسی طرح امت مسلمہ کے بعض ہیروں اور قائدین کی غلط تصویر سامنے آتی ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ یہ کتابیں فتنہ بھڑکانے والی ہیں، یا ایسا ادب ہے جس کے شہد میں زہر ملا ہوا ہے، ان کتابوں کے مصنفین رات گزاری کرنے والے قصہ گو اور مزاح نگار ہیں، جب ان کو کوئی نکتہ ملتا ہے تو اس کو بیان کرتے ہیں، اور اس کی پرواہ نہیں کرتے ہیں کہ یہ سچ ہے یا جھوٹ۔

ہم نے کتاب کے شروع میں ہی اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ روایتوں اور واقعات پر نظر کرنا اور ان کی تحقیق کرنا ضروری ہے، اگر یہ واقعات اور خبریں آل واصحاب کے سلسلے میں ہیں، جن میں ان کے زہد، بہادری، سخاوت، قربانی، حسن اخلاق، نرم طبیعت اور بہترین خصلتوں کا تذکرہ ہے اور شریعت کے عام اصول سے بچے ہوئے نہیں ہیں اور فطرت سلیمہ ان سے ابا نہیں کرتی ہے تو ان کا تذکرہ کرنے، ان کو بیان کرنے اور ان کو اپنی تصنیفات میں جگہ دینے میں کوئی رکاوٹ نہیں ہے، کیوں کہ ان روایتوں سے کوئی شرعی اصول کو نقصان نہیں پہنچتا ہے اور اس میں کوئی کمی نہیں آتی ہے، اور ان کو روایت کرنے میں کوئی نقصان نہیں ہوتا ہے اور ان سے آل واصحاب رضی اللہ عنہم کے مقام ومرتبے کو کوئی نقصان نہیں پہنچتا ہے۔

اگر ان واقعات اور روایتوں سے فتنہ بھڑکنے کا خطرہ ہو، یا دو لوگ مواقف کا تذکرہ ہو، یا آل واصحاب رضی اللہ عنہم کا مقام ومرتبہ گھٹتا ہو، یا ان میں اصول شریعت کی مخالفت

ہوتی ہو، یا فطرت سلیمہ ان سے انکار کرتی ہو تو ان جیسی روایتوں اور واقعات کی سندوں کی تحقیق کرنا اور ان پر دو ٹوک فیصلہ کرنا ضروری ہے، کیوں کہ آل اور اصحاب رضی اللہ عنہم کے مقام و مرتبے پر آنچ آئے گی تو شریعت اور حاملین شریعت پر آنچ آئے گی، خصوصاً یہ کتابیں آل واصحاب رضی اللہ عنہم کی تاریخ کے اصلی مراجع اور مصادر نہیں ہیں، قابل اعتماد کتابوں میں ایسی روایتیں ہیں جو ان بہترین اور تاریخ اسلامی کی سب سے افضل نسل کی تابناک تصویر بنانے کے لیے کافی ہیں۔

ذیل میں وہ کتابیں پیش کی جارہی ہیں جن کو پڑھتے وقت چوکنا رہنے کی ضرورت ہے:

۱۔ الأغاني ۔از: ابوفرج اصفہانی

یہ شاعری، طنز ومزاح اور لطیفوں کی کتاب ہے، اس کا تاریخ کے ساتھ کوئی بھی تعلق نہیں ہے، اصفہانی نے اس میں بہت سے جھوٹے واقعات، خبروں، بے حیائی کی باتوں اور نفرت انگیز قومیت کو بھر دیا ہے، اسی طرح خلفائے امت پر طعن وتشنیع کی گئی ہے، اور بعض اہل بیت کی شخصیات پر کیچڑ اچھالا گیا ہے، مثلاً سکینہ بنت حسین رضی اللہ عنہا وغیرہ کو بے جا تنقید کا نشانہ بنایا گیا ہے۔

مصنف کی طرف سے یہ بھیانک کوشش ہے کہ اسلامی معاشروں کو ان کے روحانی اور ربانی وراثت سے جوڑنے والی مضبوط دیوار میں شگاف بنایا جائے، تاکہ اس کے بعد امت مسلمہ کو ان قدروں کے سرچشموں سے کاٹنا آسان ہو جائے جن سے امت ماضی میں پوری طرح مربوط تھی، تاکہ امت اپنے ان اصولوں پر فخر کرنے کے احساس سے محروم ہونے کے بعد ہر طرح کے حملے کا شکار ہونے کے لیے تیار ہو جائے، جو اصول اصفہانی وغیرہ کے خیال میں شک کے دائرے میں ہیں، جب کہ امت مسلمہ آل واصحاب رضی اللہ عنہم کی تاریخ کا مطالعہ کرتے وقت حاصل ہونے والے ایمانی اور قدری جھونکوں سے محروم ہو چکی ہو۔

جو اس کتاب کو غور سے پڑھے گا، اس کے سامنے یہ حقیقت واضح ہو جائے گی کہ اصفہانی نے اپنی کتاب اغانی میں روایتوں اور واقعات کے نقل کرنے میں اسلامی حرمتوں کو

بہت ہی زیادہ پامال کیا ہے، ہم نے یہ بات پہلے بھی بتائی ہے کہ انھوں نے حرمتوں کو پامال کرنے سے بھی بڑھ کر اہل بیت کی حرمت کو تاراج کیا ہے، مسلمانوں کے دلوں میں جن کی ایک عزت، وقار، اکرام، محبت، پاک دامنی اور عفت کا احساس ہے، اصفہانی نے حضرت فاطمہ بنت مصطفی ﷺ کی پوتی سکینہ بنت امام حسین رضی اللہ عنہما کو ایسی شکل میں پیش کیا ہے، جس سے عام مسلم عورت بھی محفوظ ہے، پھر جنتی نوجوانوں کے سردار کی دختر سکینہ رضی اللہ عنہا ایسی کیسی ہوسکتی ہے؟!

ان سب گھٹیا واقعات میں سے ایک واقعہ اصبہانی نے اپنی کتاب "الاغانی" میں یہ بیان کیا ہے کہ سکینہ بنت حسین رضی اللہ عنہما ایک مغنی کے پاس جایا کرتی تھی، جس نے غنا سے توبہ کرلی تھی اور وہ اللہ کی عبادت کے لیے فارغ ہو گیا تھا، اصفہانی کے بیان کرنے کے مطابق حضرت سکینہ اس مغنی کے توبہ کرنے کی وجہ سے بڑی غمگین تھی، اور ان کی خواہش تھی کہ یہ مغنی ان کے پاس گائے، اور وہ (نعوذ باللہ) اس کو بہکانے کی انتھک کوشش کرتی تھی!!

اس کے علاوہ بھی بہت سے قصے اور کہانیاں ہیں، جن کو اصفہانی نے اپنی کتاب میں جگہ دی ہے، اصبہانی کو یہ خیال نہیں آیا، بلکہ اس نے جان بوجھ کر یہ بات بھلادی کہ کربلا میں سکینہ کے والد حضرت حسین اور ان کے خاندان والے کن مصیبتوں سے گزرے تھے، ان میں سے اکثر شہید ہو گئے تھے، یہ واقعہ ہر مسلمان کے لیے بڑا غمناک اور تکلیف دہ ہے، پھر حضرت سکینہ کے دل کا کیا حال ہوا ہوگا!!(۱)

اصفہانی نے یہ بھی جرأت کی ہے کہ فرزدق نے جو قصیدہ زین العابدین علی بن حسین رحمۃ اللہ علیہ کے سلسلے میں کہا تھا جس کا مطلع ہے:

هذا الذي تعرف البطحاء......

اس کا انکار کیا ہے کہ یہ قصیدہ کے سلسلے میں کہا گیا ہے، ڈاکٹر ولید اعظمی (اللہ ان کو جزائے خیر عطا فرمائے) نے اپنی بہترین کتاب "السیف الیمانی فی نحر الاصفهانی صاحب

۱۔ الاغانی والسیف الیمانی۔ محمد ذہب رحمۃ اللہ علیہ

الأغانی ” میں اس کتاب کا جائزہ لیا ہے اور اس پر بہترین کلام کیا ہے۔(۱)

ہم آل بیت اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور صدر اول کی شخصیات کے سمجھنے میں مطالعہ کرنے میں ”الأغـانـی “ پر اعتماد کرنے سے چوکنا کرتے ہیں، اور اس کتاب میں بیان کردہ رسوا کن باتوں سے دور رہنے کی تلقین کرتے ہیں، جن کی طرف ولید اعظمی نے اپنی کتاب ”السیف الیـمـانـی “ میں اشارہ کیا ہے۔ البتہ ان روایتوں اور واقعات کے علاوہ اس کتاب میں جو ادبی لطائف وظرائف اور حسن اخلاق اور عزت کی حفاظت کی دعوت دینے والے اشعار ہیں، تو ایسی چیزوں سے فائدہ اٹھانے میں کوئی حرج نہیں ہے، کیوں کہ اس میں بڑی تعداد میں ادبی اشعار اور تحریریں ہیں، البتہ دوسری بھی ایسی کتابیں موجود ہیں جو اس کتاب سے بے نیاز کرنے والی ہیں۔

۲۔ العقد الفرید۔ ابن عبدربہ

یہ صرف ادب اور طنز ومزاح کے قصوں کی کتاب ہے، پھر کوئی عقل مند اس طرح کی کتاب کو اسلامی تاریخ کے اہم مرحلے کی تحقیق کا بنیادی مرجع کیسے بنا سکتا ہے؟!

اس کتاب کے محقق نے مقدمے میں تحریر کیا ہے: ”اس کتاب میں صحیح کے ساتھ بیکار باتیں بھی ہیں، جن کی نہ سندیں ہیں اور نہ راویوں کا تذکرہ ہے، مصنف نے ایسے مراجع پر اعتماد کیا ہے جن کا حوالہ دینا جائز نہیں ہے“۔(۲)

۱۔ طبع: دار الوفاء، مصر۔ اصفہانی کے مکمل حالات زندگی کے لیے دیکھیے: مجموع الفتاویٰ ۲/۳۳۳؛ ”السیف الیمانی“ کے علاوہ اصفہانی کے سلسلے میں دو بہترین تحقیقی مقالے محمد احمد خلف اللہ اور شفیق جبری کے ہیں۔
اصفہانی کے سلسلے میں ان کے علاوہ بہت سی کتابیں لکھی گئی ہیں، خوانساری نے اپنی کتاب ”روضات الجنات“ میں اس کو تحت تحقیق کا نشانہ بنایا ہے، انھوں نے ایک جگہ لکھا ہے: ”باوجودیکہ میں نے اس کی مذکورہ کتاب ”الأغانی“ کو سرسری پڑھا ہے، پھر بھی مجھے اس میں بیہودہ باتوں اور گمراہی یا لہو ولعب میں مبتلا لوگوں کے قصوں میں مشغولیت اور اہل بیت کے علوم سے کنارہ کشی کے علاوہ کچھ بھی نہیں ملا......“ ۵/۲۲۲۔ الدرر اللامعۃ
۲۔ تحقیق العقد الفرید کا مقدمہ ۱/۱۲، دوسرا ایڈیشن۔ شائع کردہ: مکتبہ ابن تیمیہ۔ محمد رشید رضا نے اپنی تفسیر ”المنار“ میں اس کتاب پر کلام کیا ہے، دیکھا جائے: ۵/۵۸۵، اسی طرح مشہور حسن سلمان کی کتاب ”کتب حذر منها العلماء“ کی طرف بھی رجوع کیا جائے: ۲/۲۵

۳۔ الإمامة والسیاسة: جو ابن قتیبہ کی طرف منسوب ہے

یہ کتاب ابن قتیبہ رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب کی گئی ہے، یہ نسبت صحیح نہیں ہے، کیوں کہ اس کے بہت سے اسباب ہیں جن میں سے اہم مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ جن کتابوں میں ابن قتیبہ کے حالات زندگی تحریر کیے گئے ہیں، ان میں آپ کی تالیف کردہ کتابوں میں ”الإمامة والسیاسة “ کے نام سے کسی کتاب کا تذکرہ نہیں ملتا۔

۲۔ کتاب کے مصنف، ابن ابی لیلیٰ سے اس طرح روایت کرتے ہیں کہ گویا ان کی ابن ابی لیلیٰ سے ملاقات ہوئی ہے، ابن ابی لیلیٰ محمد بن عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ ہیں جو فقیہ اور کوفہ کے قاضی ہیں، جن کی وفات ۱۴۸ ہجری کو ہوئی، جب کہ ابن قتیبہ کی پیدائش ۲۱۳ ہجری کے بعد ہی ہوئی ہے، یعنی ابن ابی لیلیٰ کی وفات کے ۶۵ سال بعد۔

۳۔ کتاب پڑھنے والے کو ابتدا ہی میں اس کا خیال ہونے لگتا ہے کہ انھوں نے دمشق اور مراکش میں قیام کیا ہے، حالاں کہ ابن قتیبہ کے سلسلے میں یہ بات مشہور ہے کہ وہ بغداد ہی میں رہے، وہاں سے صرف دینور گئے تھے، اس کے علاوہ کہیں اور جگہ کا سفر نہیں کیا

بہت سے محققین نے اس کی وضاحت کی ہے کہ یہ کتاب ابن قتیبہ کی طرف منسوب کی گئی ہے، اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے، ان میں سے بعض محققین مندرجہ ذیل ہیں:

☆ ڈاکٹر ثروت عکاشہ نے ابن قتیبہ کی کتاب ”الـمعـارف “ کی تحقیق میں اس کو بیان کیا ہے، ڈاکٹر ثروت بیسویں صدی کی چھٹی دہائی میں مصر کے وزیر ثقافت تھے۔

☆ ابن قتیبہ کی کتاب ”عیون الأخبار “ کے مقدمے میں محمد اسکندری نے اس پر بحث کی ہے۔

☆ محب الدین خطیب نے ابن قتیبہ کی کتاب ”الـمیسـر والـقـداح “ کے مقدمے میں اس کا تذکرہ کیا ہے۔

☆ ڈاکٹر محمد نجم نے اس پر ایک مستقل مضمون تحریر کیا ہے: ”الإمـامـة والسیـاسـة المنسوب لابن قتیبة من هو مؤلفه“ جو مجلۃ الأبحاث میں شائع ہوا ہے۔ (بیروت ۲/۱۴۵)

ان کے علاوہ بھی بہت سی تحقیقات اور مقالے ہیں جو اس موضوع پر تحریر کیے گئے ہیں۔

۴۔ مروج الذھب۔ مسعودی:

یہ کتاب سندوں سے بالکل خالی ہے اور عجیب و غریب حکایات اور خرافات سے بھری پڑی ہے، شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے اس کتاب کے سلسلے میں فرمایا ہے: "تاریخ المسعودی میں اتنے جھوٹ ہیں جن کا شمار اللہ کے علاوہ کوئی دوسرا نہیں کر سکتا، اس کہانی پر کیسے اعتبار کیا جا سکتا ہے جس کی سند منقطع ہو، اور ایسی کتاب میں ہو جو جھوٹ کی کثرت میں مشہور ہو"۔(۱)

ابن خلدون رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے: "مسعودی اور واقدی کی کتابوں میں ایسی مطعون اور جھوٹی روایتیں ہیں جو حفاظ حدیث اور ثقات کے نزدیک مشہور و معروف ہیں"۔(۲)

۵۔ شرح نهج البلاغة۔ ابن حدید معتزلی:

ابن ابی حدید جرح و تعدیل کے علماء کے نزدیک ضعیف ہے، بلکہ اگر کوئی اس کتاب کی تالیف کے سبب پر غور کرے تو اس کو کتاب اور صاحب کتاب پر شک کرنا ضروری ہو جائے گا، اس نے یہ کتاب تاتاریوں کے ہاتھوں لاکھوں مسلمانوں کے قتل کا سبب بننے والے وزیر ابن علقمی کے لیے تالیف کی ہے۔

خوانساری نے ابن ابی حدید کی اس کتاب کے بارے میں لکھا ہے: "انھوں نے یہ کتاب وزیر موید الدین محمد بن علقمی کے کتب خانے کے لیے تحریر کی"۔(۳)

بہت سے علماء نے کتاب اور مصنف کی مذمت کی ہے، میرزا حبیب اللہ خوئی نے ابن حدید کو یوں متعارف کیا ہے: "یہ اہل درایت اور روایت میں سے نہیں ہیں...... ان کی رائے فاسد ہے اور ان کی نظر کوتاہ ہے...... اس نے مناقشے بہت کیے ہیں..... اس نے بہت

۱۔ منهاج السنۃ ۴/۸۴ ۲۔ تاریخ ابن خلدون المقدمہ ص ۹

۳۔ روضات الجنات ۵/۲۰۔۲۱

سوں کو صحیح راستے سے گمراہ کیا ہے اور خود گمراہ ہوا ہے"۔

میرزا نے اس کتاب کو بہت سے القاب سے نوازا ہے، ان میں سے بعض القاب مندرجہ ذیل ہیں: "روح کے بغیر جسم..... اس کتاب میں معترضین ہے بحرف چھلکے ہیں..... اس کتاب کا زیادہ فائدہ نہیں ہے..... اس میں ایسی بعید از قیاس تاویلات ہیں جن سے طبیعت متنفر ہو جاتی ہے اور کان بیزار ہو جاتے ہیں"۔(۱)

۶۔ السقیفة۔ از: سلیم بن قیس

یہ شخص ہی مجہول اور غیر معروف ہے، سبھوں کے نزدیک اس کتاب کی سند ضعیف ہے، اس میں آل بیت کی تصویر بہت ہی زیادہ مسخ کی گئی ہے، مصنف ایسی بعض جھوٹی اور باطل روایتوں کو بیان کرتا ہے جن سے بہادر و شجاع امیر المومنین علی بن ابو طالب کی قدر و منزلت مخفی ہے، مثلاً اس نے لکھا ہے:

☆ وہ اپنا حق لینے میں بزدل ہو گئے (نعوذ باللہ)

☆ انھوں نے فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا کو رات کے وقت ایک گدھے پر سوار کرایا اور مہاجرین و انصار سے اس کی التجا کی اور ان سے بھیک مانگی کہ وہ ابو بکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کو چھین لیں۔

☆ انھوں نے صحیح قرآن کریم کو چھپایا اور لوگوں کو ناقص قرآن پر اعتماد کرنے کے لیے چھوڑ دیا!!

☆ انھوں نے صحابہ کو اس کی کھلی چھوٹ دی کہ وہ جنتی عورتوں کی سردار فاطمہ رضی اللہ عنہا کو ان کے سامنے ماریں اور انھوں نے کوئی بھی حرکت نہیں کی، ان کے علاوہ بہت سے دوسرے واقعات ہیں جن کی کوئی سند نہیں ہے، اور عقل مندوں کا ذوق ان کو قبول ہی نہیں کر سکتا ہے، اس کو بہت سے علمائے کرام نے بیان کیا ہے، مثلاً آیۃ اللہ محمد فضل اللہ جیسے

۱۔ منهاج البراعۃ شرح نهج البلاغۃ ۱/۱۴

لوگوں نے ان روایتوں کا انکار کیا ہے جن کو بعض لوگ مسلمانوں کے درمیان تفرقہ ڈالنے اور ان کو متحد کرنے والے حقائق سے دور کرنے کے لیے پھیلاتے ہیں، جس طرح سلیم بن قیس وغیرہ کی کتابوں سے نقل کرنے والے یہ کام کرتے ہیں، آیۃ اللہ محمد فضل اللہ نے ان جیسی باطل روایتوں کو پھیلانے پر اپنی ناراضگی ظاہر کی ہے اور اس کو ناپسند کیا ہے جن روایتوں میں بیان کیا گیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے گھر پر حملہ کیا گیا، دروازہ توڑا گیا اور اس کو آگ لگادی گئی، فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا کی پسلی توڑدی گئی اور آپ کا حمل ضائع ہوگیا، فضل اللہ نے بیان کیا ہے کہ یہ بات بہت ہی بعید ہے اور عقل اس کو قبول ہی نہیں کرسکتی ہے، انھوں نے اس بات کو یوں واضح کیا ہے کہ مسلمان فاطمہ رضی اللہ عنہا سے بہت زیادہ محبت کرتے تھے، یہ ناممکن ہے کہ کوئی اس طرح کا اقدام کرے۔(۱)

فضل اللہ کے ان نظریات کی بہت سے عقلاء نے تائید کی ہے، مثلا استاذ احمد کاتب نے اس موضوع پر تحریر کیا ہے(۲) یہ تصحیح کرنے والی اور عقلی انداز میں سمجھانے والی تحریک ہے، بعض متعصب لوگوں کی طرف سے اس پر سخت ترین تنقیدیں کی گئی، یہاں تک کہ ان لوگوں نے فضل اللہ کو کافر قرار دیا اور ان کے ایمان، عقیدے اور اخلاص پر شک کیا، یہ سب ایک باطل حدیث کے انکار کی وجہ سے کیا گیا، اس واقعے کے انکار کی وجہ سے فضل اللہ کو کافر قرار دیے جانے اور ان کو شدید تنقید کا نشانہ بنائے جانے کی تفصیلات سے واقف ہونا ہو تو محمد باقر صادقی کی کتاب "فتنة فضل الله" جعفر عاملی کی کتاب "مأساة الزهراء"، اور محمد علی ہاشمی مشہدی کی کتاب "الحوزة العلمية تدين الانحراف" کی طرف رجوع کیا جائے۔

اس طرح کے باطل واقعات اور باتوں کو بیان کرنے والی یہ کتاب "السقیفۃ" کی صحت میں ہی شبہ ہے، بلکہ بعض علماء نے اس کتاب کو موضوع قرار دیا ہے۔

۱۔ ندوۃ الحرمین محمد حسین فضل اللہ۔ از محمد جواد زبری ۲۱۹

۲۔ انھوں نے ایک مضمون تحریر کیا ہے جس کا عنوان ہے "فضل الله يثور وقدرة فكرية وللخوض في الرسائب" اخبار "الحياة" ۱۹۹۹/۳/۲۰، احمد کاتب کا ایک اہم تحقیقی مقالہ ہے جس کا عنوان ہے: "اسطورة مظلومية الزهراء" اس میں اس موضوع سے متعلق تمام باطل واقعات اور روایات پر تنقید کی گئی ہے۔

شیخ الطائفۃ المفید نے لکھا ہے: "یہ کتاب ناقابل بھروسہ ہے، اس کی اکثر روایتوں پر عمل کرنا جائز نہیں ہے، اس میں خلط ملط اور تدلیس ہوئی ہے"۔(۱)

غضائری نے لکھا ہے: "کتاب میں مشہور منکرات ہیں، میں تو اس کتاب کو موضوع ہی سمجھتا ہوں"۔(۲)

حلی نے سلیم بن قیس کی اس کتاب کے بارے میں لکھا ہے: "اس کی کتاب موضوع ہے۔۔۔۔۔۔۔۔اس کی سندیں گھڑی ہوئی ہیں"۔(۳)

حلی نے یہ بھی لکھا ہے کہ ابان بن ابی عیاش کو جھوٹا اور حدیث گھڑنے والا کہا گیا ہے، انھوں نے لکھا ہے: "کہا گیا ہے کہ اس نے سلیم بن قیس کی کتاب گھڑی"۔(۴)

غضائری نے ابان بن ابی عیاش کے تعارف میں لکھا ہے: "یہ ضعیف ہے، قابل التفات نہیں ہے، ہمارے علماء سلیم بن قیس کی کتاب گھڑنے کی نسبت اس کی طرف کرتے ہیں"۔(۵)

ہاشم معروف حسینی نے لکھا ہے: "سلیم بن قیس جھوٹوں میں سے ہیں، اس کی طرف منسوب کتاب میں لکھا ہے کہ محمد بن ابوبکر نے اپنے والد کو انتقال کے وقت وصیت کی، جب کہ ان کی عمر دو سال کے قریب تھی"۔(۶)

۷۔ السقیفۃ: عبدالعزیز جوہری

اس کتاب کی کوئی قدر و قیمت اور وزن نہیں ہے، اس کے اسباب مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ اس کتاب کا مولف غیر معروف ہے، جرح وتعدیل کی کتابوں میں ان کی کوئی

۱۔ تصحیح اعتقادات الامامیہ ص ۱۴۹/۵

۲۔ الرجال۔ ابن غضائری ص ۱۱۰، التعارف سلیم بن قیس ۱۹۳

۳۔ کتاب الرجال لابن داود الحلی ص ۲۰۷، التعارف سلیم بن قیس ۲۲۷

۴۔ ایضا ۲۲۶۔۴۰۲

۵۔ الرجال۔ از: ابن غضائری ص ۳۶

۶۔ الموضوعات فی الآثار والاخبار: ہاشم معروف حسنی ص ۱۸۴

توثیق نہیں ملتی ہے، صرف ابن ابی حدید نے "نهج البلاغة" کی شرح میں ان کی توثیق کی ہے، خود ابن ابی حدید کا کیا حال ہے، اس کا تذکرہ گذر چکا ہے، وہ اہل درایت اور روایت میں سے نہیں ہے، ان کی توثیق کا کوئی اعتبار ہی نہیں ہے، خوئی، ابن ابی حدید کی طرف سے جوہری کی توثیق کو قبول نہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "اس (جوہری) کی توثیق ثابت نہیں ہے، کیوں کہ ابن ابی حدید کی توثیق کا اعتبار نہیں ہے"۔(۱) جوہری کے غیر معروف اور مجہول ہونے پر یقین میں اضافہ اس سے ہوتا ہے کہ طوسی نے "الفهرسة" میں جوہری کا تذکرہ کیا ہے اور بتایا ہے کہ ان کی ایک کتاب "السقيفة" ہے، جب ہم طوسی کی کتاب "الفهرسة" کی طرف رجوع کرتے ہیں تو ہمیں وہ یہ کہتے ہوئے نظر آتے ہیں: "جن مصنفین اور اصحاب اصول کا میں نے تذکرہ کیا ہے تو ان کے سلسلے میں کی گئی جرح وتعدیل کو ضرور بیان کیا ہے اور یہ بتایا ہے کہ اس کی روایت پر اعتماد کیا جائے گا یا نہیں"۔(۲) طوسی نے جب جوہری کا تذکرہ کیا ہے تو ان کے سلسلے میں کسی کے جرح وتعدیل کو بیان نہیں کیا ہے، جس سے اس کے مجہول اور غیر معروف ہونے کا پتہ چلتا ہے۔(۳)

۲۔ جب ہم اس کتاب کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں صاف طور پر نظر آتا ہے کہ اس کے مصنف نے ایسی منکر رواتیوں اور اقوال کو بیان کیا ہے جن کی متابعت کوئی دوسرا نہیں کرتا ہے اور ان کے علاوہ کسی دوسرے نے ان کو نقل بھی نہیں کیا ہے، جس سے اس کتاب اور خصوصا اس کے مصنف کے سلسلے میں شک ہونے لگتا ہے، وہ ایک ایسے اہم اور پُرخطر مرحلے کے بارے میں بیان کر رہا ہے جس کے سلسلے میں کوئی بات واضح دلیلوں اور صحیح سندوں کے بغیر قبول ہی نہیں کی جاسکتی۔

۳۔ اس کتاب کی اکثر سندیں اور راوی ضعیف ہیں، اس میں ایسے ایسے مجہول اور ضعیف راوی ہیں جن کے بارے میں اللہ ہی واقف ہے، مثلاً جوہری نے ایک سند یوں

۱۔ معجم رجال الحدیث، از خوئی ۱۲۲/۴ ۲۔ مقدمۃ الفہرست ص ۲
۳۔ الفوائد الرجالیۃ۔ سید علی ابو الحسن ص ۱۷۳

بیان کی ہے: "حدثنا احمد بن اسحاق بن صالح عن أحمد بن سيار عن سعيد الأنصاري عن رجاله" "احمد بن اسحاق کون ہے؟ ہم نہیں جانتے!! سعید کے آدمی کون ہیں؟ اللہ ہی اس سے واقف ہے!(۱)

۸۔ تاریخ الیعقوبی:

اس کتاب میں اکثر رواتیں واقدی اور ابو مخنف لوط بن یحییٰ سے لی گئی ہیں، اس میں آل بیت اور اصحاب رضی اللہ عنہم کے سلسلے میں سندوں کے بغیر مرسلاً رواتیں لی گئی ہیں ضعف کی طرف اشارہ کرنے والی عبارتوں کا کثرت سے تذکرہ کیا گیا ہے، مثلاً: قيل (کہا گیا ہے) روی (روایت کی گئی ہے) روى بعضهم (بعض لوگوں نے کہا ہے) قال بعضهم (بعض لوگوں نے کہا ہے) وغیرہ۔(۲)

مصنف کی طرف سے اس تاریخ کے لکھنے سے پہلے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ان کی دشمنی تھی، جس کی وجہ سے یہ تاریخ صحیح نہیں ہے۔

تاریخ الیعقوبی دو ابواب میں منقسم ہیں:

پہلا باب: اس میں مصنف نے سابقہ قوموں کے سلسلے میں خرافات کو جمع کیا ہے، انبیاء کرام علیہم السلام کی زندگی اور واقعات کے سلسلے میں مصنف کثرت سے انجیل اور تورات سے دلیل پیش کرتے ہیں اور اس قرآن کریم کو ترک کرتے ہیں جس میں کسی شک کی گنجائش ہی نہیں۔

دوسرا باب: اس باب میں مصنف نے سیرت نبوی اور خلفاء راشدین کے حالات زندگی کو اختصار نقل اور منقطع ومرسل رواتیوں اور جھوٹی حدیثوں کے حوالے سے بیان کیا ہے۔

کتاب کی علمی قدر وقیمت نہ کے برابر ہے، ڈاکٹر محمد صامل سلمی تاریخ الیعقوبی کے بارے میں گفتگو کرتے ہوئے کہتے ہیں: "اس کتاب میں تاریخ اسلامی کے سلسلے میں

۱۔ السلسلۃ الضعیفۃ ۲/۲۹۷، علامہ البانی نے اس روایت کی تردید میں تفصیل کے ساتھ بحث کی ہے
۲۔ تاریخ الیعقوبی ۲/۱۹۸، ۱۷۱

انحراف، جھوٹ اور حقیقت کو مسخ کرنے کی نمائندگی کی گئی ہے، یہ کتاب بہت سے مستشرقین اوران سے متاثر نام نہاد مسلمانوں کا مرجع ہے، جنھوں نے تاریخ اسلامی اور مسلم شخصیات پر کیچڑ اچھالا ہے"۔(۱)

۹۔فرائد السمطین۔حموینی

حافظ ذہبی نے اس کتاب اور مصنف کے بارے میں لکھا ہے: "وہ کسی تمیز کے بغیر ہر طرح کی باتوں کو جمع کرنے والے تھے، انھوں نے رسول اللہ ﷺ تک دو، تین اور چار واسطوں سے پہنچنے والی باطل اور جھوٹی روایتوں کو جمع کیا ہے"۔(۲)

۱۰۔المختصر فی أخبار سید البشر۔ابوالفداء

یہ کتاب سابقہ کتاب کی طرح ہی ہے، اس میں بہت سی موضوع اور باطل روایتیں اور واقعات ہیں۔

۱۔تصحیح کتابۃ التاریخ الاسلامی۔۵۲۱
۲۔الدرر الکامنہ ۶۷۔۶۸

خلاصۂ کلام

۱۔آل بیت، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور صدر اول کی اسلامی تاریخ کے بارے میں گفتگو کرتے وقت قرآن کریم اور حدیث نبوی کے منہج اور اسلوب کو پیش کرنا ضروری ہے۔

۲۔روایت کے صحیح ہونے کا اہتمام کرنا شرعی اصول ہے، اس میں تساہل برتنا کسی بھی صورت میں جائز نہیں ہے۔

۳۔تاریخ اسلامی کو پڑھتے وقت، اس کے بارے میں لکھتے وقت اور اس کو ترتیب دیتے وقت ان اہم کتابوں کا تذکرہ کرنا ضروری ہے جن پر اعتماد کرنا ضروری ہے۔

۴۔تاریخ اسلامی کے غیر اصلی اور ناقابل اعتماد مصادر اور مراجع پر اعتماد کرنے کے خطرے سے چوکنا کرنا چاہیے، جس کے نتیجے میں غلط معلومات جمع ہوتی ہیں، چاہے بالارادہ ہو یا بدنیتی کی بنیاد پر، یا ناواقفیت اور تساہل کی بنیاد پر۔

۵۔تاریخ اسلامی کے بارے میں لکھنے والے اور اس کو پڑھنے والے کے لیے یہ ضروری ہے کہ اپنے خیال کو آزاد نہ چھوڑے کہ جو بھی واقعہ ملے اس کو بیان کیا جائے، یا بے سوچے سمجھے احکام لگائے جائیں، یا کسی پہلو، کسی اصول یا کسی مسئلہ میں جانبداری برتی جائے، جس سے بڑی غلطیاں سرزد ہو جائیں، جس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ واقعات ناقص اور مسخ شدہ ہوتے ہیں، اور احکام ظالمانہ ہوتے ہیں، یا قابل اطمینان نہیں رہتے، یا ثابت شدہ صحیح اصولوں اور بنیادوں پر توجہ نہیں دی جاتی، جس سے حقوق ضائع ہو جاتے ہیں۔

والحمد لله رب العالمين، وصلى الله وسلم على نبينا الأمين وآله الطيبين وصحابته الغر الميامين

اپنے خیالات پیش کرنے کی درخواست

محترم بھائیو!

یہ ایک علمی کوشش ہے، جس کو ایک انسان کی طرف سے پیش کیا گیا ہے، اس میں غلطی بھی ہو سکتی ہے، اس کتاب کو پڑھنے والوں سے درخواست ہے کہ وہ اپنی آراء سے ہم کو محروم نہ کریں اور اپنے خیالات ہماری خدمت میں ارسال کریں، کیوں کہ آپ لوگوں کی رائے بڑی اہمیت رکھتی ہیں؛ کیوں کہ اگلے ایڈیشنوں میں اس سے کتاب پایۂ تکمیل کو پہنچے گی، اور اس سے بھلائی اور تقوی کے کاموں میں تعاون ہوگا۔

مولف: عبدالکریم بن خالد الحربی

alharrbi@gmail.com